جامعہ حقانیہ کا ترجمان

# مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

جلد ۳ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ ○ مارچ ۲۰۰۸ء شمارہ ۳



بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی قدس سرہٗ

# فہرست

ربیع الاول ۱۴۲۹ھ مارچ ۲۰۰۸ء



☆☆☆☆☆☆☆

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

بسم اللہ تعالیٰ

# حضرت نفیس رحمہ اللہ کی رحلت

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الّذین اصطفٰی ،امّا بعد:

قارئین الحقانیہ کو معلوم ہوگا کہ ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ بمطابق ۵ فروری ۲۰۰۸ء منگل کی صبح حضرت اقدس سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحلت فرما گئے ہیں انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خانوادہ سید احمد شہید کے نسبی اور روحانی فرزند حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے خلیفہ اجل اور شیخ وقت تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۳/ذوالقعدہ ۱۳۵۱ھ، ۱۱/مارچ ۱۹۳۳ء کو گھوڑیالہ (ضلع سیالکوٹ) میں ہوئی۔ آپ کا خاندانی نام انور حسین جبکہ قلمی نام نفیس الحسینی ہے۔ سلسلہ نسب چودہ واسطوں سے حضرت سید محمد گیسودراز قدس سرہ (م ۸۲۵ھ) تک پہنچتا ہے۔ حضرت گیسودراز رحمہ اللہ سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ کے جانشین حضرت خواجہ نصیر الدین دہلوی رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، پھر ۱۹۴۷ء میں آپ اپنے ماموں جان حضرت مولانا سید محمد اسلم رحمہ اللہ (جو علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید تھے) کے پاس فیصل آباد تشریف لے آئے اور گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کی۔ خطاطی کا فن اپنے والد گرامی سید محمد اشرف علی صاحب سے سیکھ کر اس میں امامت کا درجہ حاصل کیا۔ آپ کو شعر و سخن کا بھی خاص ذوق تھا، "برگ گل" کے نام سے آپ کا پرمغز اور نفیس کلام شائع ہو چکا ہے جو مختلف عنوانات پر آپ کے پاکیزہ شعری ذوق کا حسین مرقع ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ۱۹۵۶ء، ۱۳۷۵ھ میں حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ کی پہلی مرتبہ زیارت کی اور ۱۹۵۷ء میں آپ کے دامن عقیدت سے وابستگی اختیار فرمائی اور طریقت کے تمام منازل و مراحل طے کرنے پر حضرت شیخ نے آپ کو خلافت سے

سرفراز فرمایا۔اس وقت آپ کی ذات گرامی تمام اہل سلسلہ کیلئے ایک مرکزیت اور مرجعیت کا درجہ رکھتی تھی۔

حضرت شاہ صاحب کو حق تعالیٰ نے شریعت وطریقت کا جامع اور علمی وعملی کمالات سے خوب خوب متصف فرمایا تھا،حسبی ونسبی شرافت اس پر مستزاد تھی،آپ ایک طرف سلطان القلم تھے تو دوسری طرف راہ طریق کے خضر اور بادشاہ بھی تھے۔پھر کمال یہ کہ تمام فضائل وکمالات کے باوجود انتہائی متواضع ،خلیق وشفیق اور سراپا رحمت وشفقت اور ع نہد شاخ پرمیوہ سر برزمیں،کے مکمل مصداق تھے۔

حضور سرور کائنات ﷺ اور صحابہ کرام،اہل بیت عظام کی ذوات مقدسہ سے آپ کو جو محبت وعشق تھا وہ آپ کے کلام سے واضح ہے۔اسی طرح خانوادۂ نبوت،مشائخ کرام واولیاء عظام بطور خاص اکابر علماء دیوبند اور اپنے اکابر وشیوخ سلسلہ سے آپ کا تعلق ''برگ گل'' کے ان اشعار سے عیاں ہے جو آپ نے ان عنوانات پر تحریر فرمائے ہیں۔اتباع سنت،صحابہ کرام،اہل بیت عظام اور اکابر سے محبت حضرت کا خاص وصف تھا۔

جہاں تک یاد ہے پہلی مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی زیارت احقر کو اس وقت ہوئی جب ۱۴۰۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ اجتماع منعقد ہوا۔احقر حضرت والد گرامی رحمہ اللہ کے ہمراہ حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ کے اس مبارک حجرہ کی زیارت سے واپس آرہا تھا جہاں سے ریشمی رومال جیسی عظیم تحریک کی ابتدا ہوئی،تو راستہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے بھی ملاقات ہوگئی جو اپنے رفقاء کے ساتھ حضرت اقدس مدنی قدس سرہ کے آستانہ پر حاضری کیلئے تشریف لے جارہے تھے۔حضرت بڑی بشاشت اور خندہ پیشانی سے ملے اور حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات پر خوشی کا اظہار فرمایا۔بعد ازاں پاکستان میں متعدد مقامات پر بارہا ملاقات کا شرف حاصل ہوا،ہر بار حضرت نے شفقت وعنایت کا معاملہ فرمایا۔احقر شوال ۱۴۰۱ھ میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں تعلیم کیلئے حاضر ہوا،اسی دوران حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جامعہ مدنیہ حاضری ہوئی اور پھر حضرت کی خدمت میں پہنچا،کافی دیر تک مجلس رہی اور احقر کو خوب استفادہ کا موقع ملا۔اپنے خاندانی حالات کے حوالہ سے احقر نے جب عرض کیا کہ احقر کے پردادا حضرت حکیم محمد غوث صاحب کا پہلے اصلاحی تعلق حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی سے تھا،بعد میں انہوں نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے رجوع فرمایا،حضرت شاہ صاحب نے فوراً کتاب

''مقاماتِ خیر'' احقر کو دی جو حضرت شاہ ابوالخیر کی مفصل سوانح ہے، پہلی مرتبہ احقر نے اس کی زیارت اسی وقت کی۔ حضرت شاہ صاحب نے زبانی بھی ''مقاماتِ خیر'' کا تعارف کرایا اور بزرگوں کے حالات سے آگاہ فرمایا۔ بعد ازاں ایک مرتبہ جلال پور میں مدرسہ کے سنگِ بنیاد کیلئے حضرت لاہور سے تشریف لائے، حضرت والد ماجد قدس سرہ بھی تشریف لے گئے، اس موقع پر بھی بڑی طویل مجلس رہی، حضرت شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ کے ہاں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تشریف آوری کا واقعہ بھی حضرت نے اسی مجلس میں سنایا اور حضرت شیخ الہند قدس سرہ پر حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے مضمون ''یادِ یاراں'' کا ذکر بھی کیا جو تھانہ بھون کے ماہانہ رسالہ ''النور'' میں شائع ہوا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ''یادِ یاراں'' کا تتمہ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا عربی مرثیہ بھی تحریر فرمایا تھا، اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ سب کچھ اب نایاب ہے اگر کہیں مل جائے تو اسے شائع کرنا چاہئے تاکہ نئی نسل کو اپنے اکابر کے احوالِ مبارکہ سے آگاہی ہو۔

احقر ناکارہ پر یہ حضرت کی خصوصی عنایت تھی کہ حضرت اقدس والد گرامی کی وفات کے بعد شفقت کا سلسلہ جاری رکھا اور وقتاً فوقتاً اپنی گرانقدر تالیفات سے بھی نوازا۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے ساٹھ سالہ اجتماع کی جس نشست کی صدارت حضرت نے فرمائی احقر کو سند و دستار اسی نشست میں عطا ہوئی۔ دورہ حدیث شریف کے بعد جامعہ اشرفیہ سے احقر کو جو سند حاصل ہوئی اس پر نام اور پتہ وغیرہ حضرت ہی کے قلم سے ہے، اسی طرح ''تذکرہ حضرت مدنی رحمہ اللہ'' کا ٹائٹل بھی آپ ہی کے قلم کا شاہکار ہے۔ ایک عرصہ سے خیال تھا کہ حضرت کی خدمت میں خانقاہ سید احمد شہید حاضر ہوں، کئی مرتبہ پروگرام بنا اور برادرم جناب قاری شرافت اللہ صاحب پانی پتی زید مجدہم نے حضرت سے اس کی اجازت بھی لی، لیکن افسوس! کہ حضرت کی حیات میں یہ مقدر نہ تھا۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل بیماری کی خبریں اخبار میں شائع ہو رہی تھیں احقر تیمارداری او رزیارت کے ارادہ سے لاہور حاضر ہوا، حضرت ہسپتال سے گھر تشریف لائے تو وہیں حاضری ہوئی، نہایت شفقت وعنایت سے ملے اور فوراً کھانے میں شریک فرمایا، اس وقت طبیعت کافی بہتر نظر آ رہی تھی، کافی دیر تک گفتگو فرمائی۔

احقر نے حضرت سید قمیص الاعظم قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے اپنی رشتہ داری کا ذکر کیا تو مزید مسرت کا اظہار فرمایا اور محترم جناب سید اظہار احمد گیلانی صاحب سے فون پر بات بھی کرائی۔

حضرت نے خاندان نبوت اہل بیت کرام پر "ریحان عترت" کے نام سے بڑی عظیم کتاب شائع فرمائی تھی وہ بھی عنایت فرمائی اور ساتھ ہی حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر نہایت مفصل اور جامع ومبسوط کتاب "وقائع سید احمد شہید" بھی عطا کی اور اس کتاب کی بہت ہی تعریف فرمائی۔

اس محفل ومجلس کی حلاوت وچاشنی اب تک محسوس ہورہی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی یہ مبارک لمحات یادرہیں گے۔احقر کے ساتھ جناب قاری شرافت اللہ صاحب کے علاوہ عم زادہ برادر عزیز مولوی سید محمد فہیم ترمذی سلمہ اور برخوردار عبدالباسط سلمہ بھی شریک محفل تھے۔محترم جناب ڈاکٹر محمد آصف منہاس کے بھائی صاحب پر اس ملاقات کا بڑا ہی اثر ہوا اور وہ حضرت سے مل کر بے حد محظوظ ہوئے ،ہم وہاں سے بڑے ہی خوش وخرم واپس ہوئے اور آئندہ سفر میں خانقاہ سید احمد شہید حاضر ہونے کا پروگرام بناتے رہے لیکن کسے معلوم تھا کہ اس دار فانی میں حضرت سے یہ آخری ملاقات ہے۔

ہماری یہ مجلس ۲۶ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ کو ہوئی تھی ٹھیک سات ماہ بعد ۲۶ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ کو صبح فون پر اطلاع ملی کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ انتقال فرماگئے ہیں اور ظہر کے بعد آپ کا جنازہ ہوگا،قاری شرافت اللہ صاحب کے ہمراہ احقر لاہور کیلئے روانہ ہوا ظہر کے بعد بخیریت لاہور پہنچے،احقر کے علاوہ جامعہ حقانیہ کے دیگر اساتذہ وطلبہ بھی جنازہ میں شمولیت کے لئے لاہور پہنچ گئے۔

جامعہ مدنیہ سے حضرت کا جسد خاکی عتیق اسٹیڈیم کیلئے اٹھالیا گیا تھا اس لئے ہم عتیق اسٹیڈیم پہنچ گئے،وہاں بے پناہ ہجوم تھا اور لوگ بڑی تیزی سے آرہے تھے،دیکھتے دیکھتے اس قدر رش ہوا کہ ہر طرف سر ہی سر نظر آرہے تھے،اندازہ یہی ہے کہ مجمع ایک لاکھ سے کم نہ ہوگا۔

ساڑھے تین بجے جنازہ ہوا لیکن چونکہ لاؤڈ سپیکر کا انتظام نہ تھا اس لئے بہت سے حضرات کو جنازہ کے آغاز واختتام کا پتہ نہ چلا اور وہ حاضر ہونے کے باوجود جنازہ نہ پڑھ سکے،لیکن بقول حضرت مجذوب رحمہ اللہ ع میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے،آنے والے ان شاء اللہ تعالیٰ ثواب سے محروم نہ ہوں گے۔

تدفین خانقاہ میں طے تھی،ہم بھی وہاں پہنچ گئے اور یوں تدفین کا منظر بھی دیکھنے میں آیا، لیکن افسوس! کہ یہاں بھی نظم کا فقدان تھا،یہاں سے فارغ ہوکر ہم نے خانقاہ میں حاضری دی اور مغرب کی نماز مسجد میں ادا کی،پھر حضرت کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر ہم واپس ہوئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرماویں اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں،آمین۔

# امام الصرف والنحو حضرت مولانا محمد اشرف شآد صاحب رحمہ اللہ

سلطان الاولیا ءحضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ کے داماد،حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف شآدرحمہ اللہ مہتمم جامعہ اشرفیہ اشرف آباد مانکوٹ بھی انتقال فرما گئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔حضرت مولانا کو حق تعالیٰ نے تمام علوم وفنون میں جامعیت کے ساتھ صرف ونحو میں امامت کا درجہ عطا فرمایا تھا،آپ حضرت مولانا منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز تلمیذ رشید اور اپنے اساتذہ کرام کیلئے باعث فخر تھے۔آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل اور فراغت کے بعد تا دم آخر درس وتدریس کی خدمات سرانجام دیں اور مانکوٹ جیسے علاقہ میں ایک عظیم دینی ادارہ قائم فرما کر اسے اہل علم کیلئے مرجع بنادیا۔احقر اب تک اگرچہ مانکوٹ تو حاضر نہ ہوسکا تاہم حضرت مولانا موصوف مرحوم ومغفور سے مختلف مقامات پر بارہا ملاقات ہوئی۔حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کے جنازہ کے موقع پر حضرت مولانا رحمہ اللہ ساہیوال بھی تشریف لائے تھے۔

آخری مرتبہ مدرسہ امینیہ سرگودھا میں ملاقات ہوئی اور تفصیلی نشست رہی،مختلف موضوعات کے ساتھ صرف کی بحث کا آنا لازمی تھا۔احقر نے بطور لطیفہ واقعہ سنایا کہ احقر کے جد امجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ تقسیم سے قبل ہندوستان میں کسی مدرسہ کے امتحان کیلئے تشریف لے گئے،جب صرف کے طلبہ نے امتحان دیا تو دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا ''مہتمم'' کونسا صیغہ ہے؟ طلبہ نے صحیح جواب بتادیا کہ یہ باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے،حضرت نے فرمایا کہ صرف کا قانون ہے جب ایک جنس کے دوحرف جمع ہوں تو ان میں ادغام ضروری ہے یہاں دومیم جمع ہونے کے باوجود ادغام کیوں نہیں ہوا،اس کی وجہ بتاؤ؟ امتحان میں حاضر طلبہ اس کا جواب نہیں دے سکے۔

حضرت مولانا اور مجلس میں حاضر دیگر حضرات اس لطیفہ سے بہت محظوظ ہوئے اور فک ادغام کی وجہ پر بحث چل پڑی اور اس ضمن میں کئی واقعات کا تذکرہ بھی آیا۔حضرت والد ماجد نے یہ واقعہ کئی جگہ سنایا،فرماتے تھے کہ یہ واقعہ مجھے حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری نے سنایا تھا اور غالباً امرتسر کے مدرسہ نعمانیہ ہی کا واقعہ تھا۔حضرت مولانا مرحوم نے اس واقعہ کی بڑی قدر فرمائی اور جامعہ حقانیہ کے استاذ عزیز مولوی محمد محسن سلمہ جو ان کے شاگرد بھی ہیں جب ان سے ملنے کیلئے مانکوٹ حاضر ہوئے تو اس واقعہ کا ان سے بطور

خاص ذکر فرمایا اور فک ادغام سے متعلق اپنی رائے گرامی کا اظہار بھی فرمایا جزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

حضرت مولانا کے وصال کی اطلاع بروقت ملی لیکن احقر سفر نہ کرسکا، عزیزم مولوی محمد محسن سلمہ اس روز خانیوال تھے اس لئے ماکوٹ پہنچ گئے اور جنازہ میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بلند فرماویں اور پسماندگان کو صبر واجر عطا فرمائیں، آمین۔

# حضرت حاجی صوفی محمد حسین صاحب رحمہ اللہ

سلطان العارفین حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت حاجی محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی انتقال فرماگئے انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب کو طویل عمر عطا فرمائی اور انہیں دین اور بزرگان دین کی خدمت وصحبت اور ان سے استفادہ کا خوب موقع عطا فرمایا۔ حضرت بہلوی قدس سرہ کی صحبت مجلس اور خدمت نے آپ کو بڑے بلند مقام پر فائز فرمادیا تھا۔ تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کے ایک دیہات ککرے والا میں یادخدا اور معرفت الٰہی کا درس دیا، ہزار ہا مسلمانوں نے آپ سے فیض پایا، یہ آپ کے اخلاص کا نتیجہ تھا کہ ایک چھوٹی سی بستی مرجع خلائق بن گئی اور وہاں جنگل میں منگل کا سماں پیدا ہوگیا۔ حضرت حرمین شریفین کے مبارک سفر سے واپس تشریف لائے تو بیت اللہ کی زیارت کے بعد رب البیت کی بارگاہ میں حاضری کا وقت بھی آ گیا اور آپ مورخہ ۲۲/ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ، ۲/جنوری ۲۰۰۸ء بدھ کی شب کو واصل باللہ ہوئے انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

احقر نے کچھ عرصہ قبل ایک ہی مرتبہ مدرسہ امینیہ سرگودھا میں آپ کی زیارت کی، آپ نے اس مختصری ملاقات میں خصوصی توجہ وشفقت فرمائی اور احقر کو ککرے والا حاضر ہونے کیلئے بھی فرمایا، مگر افسوس! کہ باوجود وعدہ اور پروگرام کے احقر تاہنوز وہاں حاضر نہ ہوسکا، اب اس وعدہ کے ایفاء کی یہی صورت ہے کہ مزار پر حاضری کی توفیق ہوجائے۔ وفات کا علم بھی بعد میں ہوا اس لئے جنازہ میں شرکت سے بھی محرومی رہی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماویں اور پسماندگان کو صبر واجر عطا فرماویں، آمین۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۱۷/۲/۲۹ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

# درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کی اصطلاح میں ایمان وہ ہے جس کا ذکر اوپر سورۂ بقرہ کی تیرہویں آیت میں آچکا ہے واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس، جس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا دعویٰ صحیح یا غلط کے جانچنے کا معیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان ہے، جو اس کے مطابق نہیں وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایمان نہیں۔

اگر کوئی شخص قرآنی عقیدہ کا مفہوم قرآنی تصریح یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کے خلاف قرار دے کر یہ کہے کہ میں تو اس عقیدہ کو مانتا ہوں، تو یہ ماننا شرعاً معتبر نہیں، جیسا کہ آج کل قادیانی گروہ کہتا ہے کہ ہم بھی عقیدۂ ختم نبوت کو مانتے ہیں، مگر اس عقیدہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان سے بالکل مختلف تحریف کرتے ہیں، مرزا غلام احمد کی نبوت کیلئے جگہ نکالتے ہیں، قرآن کریم کی اس تصریح کے مطابق وہ اسی کے مستحق ہیں کہ ان کو وما ھم بمؤمنین کہا جائے، یعنی وہ ہرگز مومن نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایمانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کوئی شخص کسی عقیدہ کا نیا مفہوم بنائے اور اس عقیدہ کا پابند ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو مومن مسلمان بتلائے اور مسلمانوں کے نماز روزہ میں شریک بھی ہو، مگر جب تک وہ قرآن کے اس بتلائے ہوئے معیار کے مطابق ایمان نہیں لائے گا اس وقت تک وہ قرآن کی اصطلاح میں مومن نہیں کہلائے گا۔

حدیث وفقہ کا یہ مشہور مقولہ کہ ''اہل قبلہ کو کافر نہیں کہا جاسکتا'' اس کا مطلب بھی آیت مذکورہ کے تحت میں یہ متعین ہوگیا کہ اہل قبلہ سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں، ورنہ یہ منافقین بھی تو قبلہ کی طرف سب مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے تھے، مگر یہ صرف روبقبلہ نماز پڑھنا اُن کے ایمان کیلئے اس بناء پر کافی نہ ہوا کہ ان کا ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح تمام ضروریات دین پر نہیں تھا۔

یہاں منافقین کے قول امنا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر میں غور کیجئے کہ یہ لوگ پرلے درجے کے کافر ہونے کے باوجود اپنی دانست میں جھوٹ بولنے سے اجتناب کرتے ہیں، کیونکہ دعوی ایمان کیلئے صرف اللہ اور روز قیامت پر ایمان کا ذکر کرتے ہیں، ایمان بالرسول کا ذکر اس لئے نہیں کرتے کہ جھوٹ نہ ہو جائے، اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ ایسی گندی اور گھناؤنی چیز ہے کہ کوئی شریف آدمی خواہ کافر، فاسق ہو جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتا۔

یہ دوسری بات ہے کہ ان کا دعوی ایمان باللہ وبالیوم الآخر بھی قرآنی اصطلاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے نتیجۃً جھوٹ ثابت ہوا۔

آیات مذکورہ میں منافقین کا ایک حال یہ بتلایا ہے یخادعون اللّٰہ یعنی یہ لوگ اللہ تعالی کو دھوکہ دینا چاہتے اور اس کے ساتھ چالبازی کرتے ہیں، حالانکہ گروہ منافقین میں شاید کوئی بھی ایسا نہ ہو جو اللہ تعالی کو دھوکہ دینے کا قصد رکھتا ہو، یا یہ سمجھتا ہو کہ وہ اللہ تعالی کو فریب دے سکتا ہے، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ یہ لوگ رسول کریم ﷺ اور مومنین کو دھوکہ دینے کے قصد سے شنیع حرکتیں کرتے تھے۔ اللہ تعالی نے آیت مذکورہ میں اس کو اللہ کو دھوکہ دینا قرار دے کر یہ بتلا دیا کہ جو شخص اللہ تعالی کے کسی رسول یا ولی کے ساتھ کوئی برا معاملہ کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالی ہی کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کے حکم میں ہے۔ دوسری طرف آنحضرت ﷺ کی رفعت شان کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ آپ ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی کرنا ایسا ہی جرم ہے جیسا اللہ جل شانہ کی شان میں گستاخی جرم ہے۔

آیات مذکورہ میں منافقین کے عذاب الیم کی وجہ بما کانوا یکذبون یعنی ان کے جھوٹ بولنے کو قرار دیا ہے، حالانکہ ان کے کفر و نفاق کا جرم سب سے بڑا تھا، اور دوسرے جرائم، مسلمانوں سے حسد، ان کے خلاف سازشیں بھی بڑے جرائم تھے مگر عذاب الیم کا سبب ان کے جھوٹ بولنے کو قرار دیا، اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جھوٹ بولنے کی عادت ان کا اصلی جرم تھا، اسی بری عادت نے ان کو کفر و نفاق تک پہنچا دیا تھا، اس لئے جرم کی حیثیت اگرچہ کفر و نفاق کی بڑھی ہوئی ہے مگر ان سب خرابیوں کی جڑ اور بنیاد جھوٹ بولنا ہے، اسی لئے قرآن کریم نے جھوٹ بولنے کو بت پرستی کے ساتھ جوڑ کر اس طرح ارشاد فرمایا ہے فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور یعنی بچو بت پرستی کی نجاست سے اور بچو جھوٹ بولنے سے۔ (معارف القرآن ص ۱۲۶ تا ۱۲۹)

# درس حدیث

## رحمۃ الفردوس ترجمہ بہجۃ النفوس

مؤلف: حضرت امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الازدی الاندلسی رحمہ اللہ
مترجم: شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ گیارہ یا تیرہ رکعتیں انتہائی درجۂ کمال کو کیونکر پہنچ سکتی ہیں حالانکہ بعض لوگ اس سے زیادہ بھی (قیام) کرتے اور رات بھر نماز پڑھتے ہیں، تو رات بھر قیام کرنے والے سے وہ شخص کیونکر افضل ہوجائے گا جس نے گیارہ یا تیرہ رکعت ہی سے قیام کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک گیارہ یا تیرہ رکعت سے قیام کرنے والا رات بھر نماز پڑھنے والے سے افضل ہے، جس کی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث ہے (جو آئندہ آئے گی) اور اس حدیث کی شرح میں بھی اس سوال کا جواب آئے گا، جس کو شوق ہو اس مقام کا مطالعہ کرے۔

اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی فضیلت، آپ کا درجہ، آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کس قدر بلند ہے اور آپ کی وجہ سے، آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر کتنا بڑا احسان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے (شب قدر میں) تہجد کی دو رکعتوں کا ثواب ایک ہزار مہینہ کی دشوار تر عبادت یعنی (ہزار مہینے تک) جہاد (کرنے) سے بھی افضل کر دیا ہے جن کی مقدار تیس ہزار دن اور تیس ہزار رات ہوتی ہے، جس کا مجموعہ ۶۰۰۰۰ ساٹھ ہزار کا زمانہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اپنی نعمت کے شکر کی توفیق دے اور اس نعمت کا اہل بنائے اور اپنے فضل سے اس نعمت (کے حاصل کرنے) پر ہماری مدد فرمائے (آمین) اور اسی کے مثل امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا (ایک) فضل و احسان جس (کے حاصل کرنے) میں کچھ بھی دقت نہیں یہ ہے۔ خدا ہم کو اس امت کے صلحاء میں داخل فرمائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو شمار نہ کرسکو گے، اور (دوسرا) ارشاد (یہ) ہے لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر کروگے تو میں تم پر (نعمتوں کو) زیادہ کروں گا، اس میں اللہ تعالیٰ نے نعمت کے بڑھانے کا وعدہ شکر پر موقوف رکھا ہے (اور بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کرنا بہت دشوار تھا تو) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ

فرماتے ہیں کہ جوکوئی ہر صبح اور ہر شام یوں کہہ لیا کرے اشهد ان لّااله الّاالله وحده لاشريك له اللّهم مااصبحت بی اوامسیت بی من نعمة فمنك وحدك لاشريك لك لك الحمدولك الشّكر اس نے اللہ تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کردیا جواس پر (فائض) ہوئی ہیں، تو اس فضل عظیم کو (تو) دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ہمارے تھوڑے سے لفظوں کو بے شمار نعمتوں کا شکریہ قرار دے لیا اور اسی پر ہمارے لئے نعمت بڑھانے کا ذمہ لے لیا (قوله قيام النبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم كان ممّاثبت عنه من الاحدیٰ عشرة ركعة الى قوله وضمن لنا المزيد)

ف: کیا اب بھی کسی کا منہ ہے جو صوفیہ کے طریق کو خلاف سنت کہہ سکے، تم نے دیکھا کہ محققین صوفیہ رات بھر نماز پڑھنے سے گیارہ یا تیرہ رکعت کے ساتھ تہجد کو افضل سمجھتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کا معمول یہی تھا اور بعض روایات میں جو اس سے زیادہ کا ثبوت ہے وہ بطور معمول کے نہ تھا جیسا ان روایات کے الفاظ سے واضح ہے ۱۲۔

## عمل کے وقت تصحیح نیت اور استحضار ایمان مطلوب ہے

(۳۷) حدیث کا یہ لفظ "بوجہ ایمان اور طلب ثواب کے" اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان کا استحضار ہر جزو عمل کے ساتھ مطلوب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر یہ شرط بیان فرمائی ہے کہ شب قدر کا قیام تصحیح نیت کے ساتھ کیا جائے (یعنی صرف ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے قیام ہو اور کوئی غرض نہ ہو) پھر علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض کا قول ہے کہ یہ استحضار ہر وقت ضروری ہے اور بعض کا قول ہے کہ صرف عمل شروع کرنے کے وقت ضروری ہے، اور عمل کے ہر جزو کے ساتھ استحضار ہونا کمال (عمل) کی شرط ہے، جمہور اس پر ہیں۔ اور یہ لفظ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ (عمل کے وقت) ایمان کے استحضار سے ایمان کو ترقی ہوتی ہے کیونکہ (مسلمان کو تو) پہلے ہی سے ایمان حاصل ہے پس عمل کے وقت اس کو نیت میں حاضر کرلینا ترقی کا قائم مقام ہے (قوله الوجه الرّابع عشرفيه دليل على انّ استصحاب الايمان مطلوب، والوجه الخامس عشرفيه دليل على انّ استحضار الايمان زيادة الى قوله قام مقام الزيادة)

ف: صوفیہ کو تصحیح نیت کا بہت اہتمام ہے اور اسی سے ان کو علماء ظاہر سے امتیاز حاصل ہے، علماء ظاہر کو افعال قلب کا اہتمام نہیں، پس یہ حدیث صوفیہ کی مؤید ہے۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

# ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

○ فرمایا مجتہدین میں ایک مخصوص بات یہ ہوتی ہے کہ وہ نصوص سے ایسے اصول کو مستنبط کرسکتے ہیں کہ وہ اصول کہیں ٹوٹتے نہیں، اور جو اصول متاخرین نے مجتہدین کی تفریعات سے استنباط کئے ہیں وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔

○ فرمایا عارفین کی نظر میں حق تعالیٰ کے وجود پر جو دلائل ہیں وہ حقیقت میں دلیل نہیں، کیونکہ دلیل عادۃً مدلول سے اوضح ہوتی ہے اور واجب تعالیٰ سے زیادہ کوئی شے واضح تر نہیں بلکہ واجب سب سے اوضح ہے ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

○ فرمایا حضرت جنید رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ ہمارے یہاں کے زمانہ میں ایک قوم ہے جو کہتے ہیں کہ لا حاجة لنا الی الصّلٰوة والصّیام ،نحن قد وصلنا حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا صدقوا فی الوصول ولکن الی سقر،ولو عشت الف عام ما ترکت من اورادی شیئا الاّ بعذر شرعیٍ۔

○ فرمایا مولانا فضل حق صاحب سے کسی نے پوچھا تھا کہ مولانا شہید کیسے ہیں؟ فرمایا وہ ایسے ہیں کہ اُن کے مقابل کیلئے یہ فخر کافی ہے کہ وہ ان کا مقابل ہے۔ پھر شاہ اسحاق صاحب کے متعلق دریافت کیا، تو فرمایا اس وقت تو انسانوں کا قصہ ہورہا ہے، جب فرشتوں کا ذکر ہوگا اُن کے ساتھ ان کے متعلق پوچھنا۔

○ فرمایا اب تو بس مسلمانوں کو چاہئے کہ سب لگ لپٹ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہوگیا ہے کہ اللہ میاں دعا قبول نہیں کرتے، اور یہ محض خلاف واقعہ ہے، مسلمانوں کی دعا تو درکنار اللہ تعالیٰ نے تو شیطان کی دعا کو بھی رد نہیں فرمایا، منظور ہوئی اور ایسی حالت میں جبکہ وہ مردود کیا جارہا تھا، چنانچہ ارشاد ہے قال انظرنی الی یوم یبعثون ،قال انک من المنظرین اور پھر دعا بھی اتنی بڑی کی ہے کہ کسی نبی نے بھی آج تک نہیں کی۔

○ فرمایا حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی

دو لاکھ رکعت سے افضل ہیں، کیونکہ عارف میں بصیرت اور اخلاص زیادہ ہوتا ہے، اور ان کو عمل کی فضیلت میں خاص دخل ہے۔ چنانچہ بصیرت کے دو نمونے نقل کرتا ہوں کہ مثنوی شریف کے درس کے بعد حضرت خفیہ دعا فرمایا کرتے تھے، ہم نے دل میں کہا کہ معلوم نہیں کیا دعا فرماتے ہوں گے۔ ایک دن فرمایا دعا کرو کہ اس کتاب میں جو باتیں لکھی ہیں اے اللہ! ہم کو نصیب فرما، سبحان اللہ کیسی جامع دعا فرمائی۔ ایک دن یہ دعا فرمائی ''اے اللہ تعالیٰ! ایک ذرہ محبت ہم کو بھی نصیب فرما'' پھر بشارت فرمائی کہ الحمد للہ سب کیلئے دعا قبول ہوئی۔

- فرمایا مولوی محبّ الدین صاحب ولایتی حضرت کے خلیفہ ہیں، بہت صاحب کشف ہیں۔
- فرمایا اللہ تعالیٰ حق کو باطل کے ساتھ خلط ہونے سے ہمیشہ بچاویں گے، ایک جماعت دنیا میں رہے گی جو حق و باطل میں فرق کرتی رہے گی۔
- فرمایا میں نے حضرات دیوبند کو زمانہ فتنہ میں یہ پیام کہلا بھیجے تھے:

ایک یہ کہ طلبہ کا ایک خاص طرز معین ہونا چاہئے، مثلاً لباس معین وضع کا ہو جیسا اپنے بزرگوں کا تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ طلبہ اس کو آج کل اپنی تحقیر خیال کرتے ہیں، مگر ایسے امور کی طرف کیوں التفات کیا جاوے۔ دوسرے میں نے یہ کہا تھا کہ عام معترضوں سے سوال جواب کرنا مفید نہیں، جو شخص مدرسہ پر اعتراض کرے ایک دفعہ اس کے سامنے حقیقت ظاہر کر دے پھر جواب نہ دے۔ تیسرے یہ کہا ایک اعلان کر دیا جاوے کہ ہم اصول صحیحہ پر مدرسہ چلائیں گے اور چندہ کا حساب ایک دفعہ شائع کر دیں گے اور ہر شخص کو حساب نہ دیویں گے، اگر ان شرائط کے ساتھ کسی کو ہم پر اعتماد ہو تو چندہ بھیجے ورنہ نہ دے۔

- فرمایا پہلے اکابر علماء جس میں حب جاہ کا مرض دیکھتے تھے اس کو اپنے حلقۂ درس سے نکال دیتے تھے، اب اس کا کوئی اہتمام ہی نہیں۔
- فرمایا مختلف وفود جو مدرسہ میں محاسبہ کیلئے آتے ہیں ان کو کچھ جواب نہ دیا جاوے اور نہ مدرسہ کے بارے میں ان سے کچھ گفتگو کی جائے، بلکہ صاف یہ کہہ دیویں کہ جو کچھ کہنا ہو اہل شوریٰ سے کہیں پھر وہ ہم سے کہیں اور ہم سے جواب لے کر تم سے کہہ دیں، یہ ہے باقاعدہ جواب۔
- فرمایا ''کرامات امدادیہ'' میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے کرامات میں نے اس لئے جمع کئے تھے کہ عوام الناس کی عقیدت میں اس سے قوت ہو جاتی ہے۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

# اصلاحی مکاتیب

**حال:** کوئی کام مجھ سے نہیں ہورہا، حضرت والا نے فرمایا تھا کہ قصد السبیل میں عالم مشغول کے جو معمولات ہیں انہیں کرتے رہیں مگر کیا کروں کچھ مصروفیت ہے اور زیادہ سستی۔

**ارشاد:** جب موقع ملے کرلیا کریں۔

**حال:** نہ تو رات کو تہجد پڑھنے کی توفیق ہوتی ہے نہ ہی اہتمام کے ساتھ ذکر کرتا ہوں تھوڑا بہت نماز کے بعد چلتے پھرتے کرلیتا ہوں۔

**ارشاد:** عشاء کے بعد بنیت تہجد نوافل پڑھ لیا کریں، ذکر جس قدر جس وقت ہو کرلیا کریں بالکلیہ ترک سے بہتر ہے مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ اچھا ہے ناغہ کا فکر نہ کریں جس طرح ہو کرتے رہیں۔

**حال:** یہاں طلبہ سے واسطہ پڑتا ہے جن میں کچھ طلبہ خوبصورت ہوتے ہیں اور اچھی صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں تو دل ان کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور محبت ہوجاتی ہے ان کا خیال ذہن سے نکالنے کی کوشش کرتا ہوں مگر پھر بھی پوری طرح کامیابی نہیں ہوتی، ذہنی پریشانی بھی ہوتی ہے غیر اللہ کی محبت دل سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی محبت کس طرح پیدا کروں۔

**ارشاد:** ان کی طرف توجہ کئے بغیر نیچی نگاہ سے کام لیں، حکم یغضوا من ابصارھم پیش نظر رہنا چاہئے، فکر نہ کرنا چاہئے۔ نکالنے کی کوشش کا طریقہ یہ ہے کہ دوسرے مشاغل میں اتنا انہماک ہوجائے کہ دوسری طرف توجہ کا موقع ہی نہ رہے، پریشانی کی ضرورت نہیں تدبیر اور دعا کی ضرورت ہے، تدبیر اوپر لکھ دی ہے۔ رات کو مراقبہ کریں اور نعمائے الٰہیہ کا استحضار کریں ان شاء اللہ فائدہ ہوگا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ کا مطالعہ رکھیں۔

**حال:** روزانہ مناجات مقبول کی ایک منزل پاؤ یا آدھ پارہ قرآن کریم کی تلاوت بھی ہوجاتی ہے چلتے پھرتے تھوڑا بہت ذکر بھی ہوجاتا ہے۔

**ارشاد:** وقت مقررہ پر ذکر زیادہ مفید ہے چاہے تعداد کم ہی رہے، پابندی سے ہو۔

**حال:** رات کو سونے سے پہلے دو رکعت تہجد کی نیت سے پڑھنی شروع کی تھی وہ بھی کئی دنوں سے

نہیں پڑھی جارہی سستی غالب ہے، عام طور پر فجر کی نماز بھی جماعت سے رہ جاتی ہے۔

**ارشاد:** پھر شروع کردی جائے اور ہمت سے کام لیں۔

**حال:** اس پر افسوس بھی ہوتا ہے مگر میں اپنی اس کمزوری پر قابو نہیں پاسکتا دعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔

**ارشاد:** افسوس سے تدارک کی امید ہے سعی عمل کے ساتھ۔ دل سے دعا ہے۔

**حال:** احقر کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ حضرت والا سے اصلاحی تعلق کیلئے درخواست کروں امید کہ حضرت والا اصلاحی تعلق کو قبول فرما کر احسان عظیم فرمادیں گے، اگر مناسب سمجھیں تو کوئی تسبیح تجویز فرمادیں۔

**ارشاد:** بہشتی زیور کا ساتواں حصہ اور تبلیغ دین کا مطالعہ رکھیں اور اپنے امراض کو اس سے ملاتے رہیں، تیسرے کلمہ کی تسبیح زیادہ پڑھا کریں ہر نماز کے بعد ایک تسبیح ہوجایا کرے۔

**حال:** توبہ اور گزشتہ گناہوں کے معاف ہونے کا کیا طریقہ ہے جس سے اطمینان حاصل ہو۔

**ارشاد:** کثرت استغفار اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر۔

**حال:** انسان حصول علم کے وقت کیا نیت کرے۔

**ارشاد:** صرف رضاء الٰہی مطلوب ہو۔

**حال:** نیت کے خالص ہونے کی کیا علامت ہے۔

**ارشاد:** کسی دنیوی غرض کا خیال نہ ہو حالات اس پر گواہ ہوں۔

**حال:** ہمدرس ساتھیوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہت غصہ آتا ہے تو کیا یہ تکبر کی علامت تو نہیں، حضرت والا سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

**ارشاد:** حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا وعظ ''الغضب'' دیکھو اس کا علاج اس میں ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔

**حال:** نماز میں خشوع وخضوع کی کیا تعریف ہے۔

**ارشاد:** قلب کا سکون نماز میں ہونا۔

**حال:** کیا نماز میں وساوس کا آنا خشوع وخضوع کیلئے مخل ہے۔

**ارشاد:** نہیں، وساوس کی طرف توجہ کرنا مخل ہے۔

**حال:** تعلیم کیلئے مدرسہ میں داخلہ لیا ہے یہ اسباق شروع ہیں۔جلالین تفسیر بیضاوی،مشکوۃ،ہدایہ اخیرین،توضیح تلویح،شرح عقائد،میبذی،حماسہ،حضرت والا سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

**ارشاد:** حالات معلوم ہوئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ علم باعمل نصیب فرمائیں،والسلام۔

**حال:** حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے کہ:تکبر میں جب غلو ہو جاتا ہے اوراس کی جڑ پختہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی تکبر کرنے لگتا ہے مثلاً دعا میں عاجزی اور خشوع کر رہا تھا رونے کی صورت بنا کر گڑگڑا رہا تھا کہ سامنے سے کوئی دوسرا شخص آ گیا تو اب گڑگڑانا چھوڑ دیا کہ دیکھنے والے کی نظر میں سکی نہ ہو یہ تکبر مع اللہ ہے......پس مخلوق کیلئے کسی عمل عبادت کو ترک کرنا تکبر ہے(فیض حسن واشرف ص ۱۶۳)عرض ہے کہ اگر صورت بالا میں یہ خیال پیدا ہو کہ دیکھنے والا شخص مجھے بزرگ اور نیک خیال کرے گا جبکہ میں ایسا نہیں ہوں تو اگر اس خیال سے رونے کی حالت کو ترک کرے تو کیا پھر بھی تکبر ہے اور ایسی صورت میں مذکورہ ہیئت کا ترک مستحسن ہے یا اسی پر عامل رہے خواہ دل میں یہ وہمہ پیدا ہو کہ دیکھنے والا مجھے صالح سمجھے گا۔

**ارشاد:** مذکور ہیئت کا ترک کرنا تو حضرت اقدس تھانویؒ کے فرمان کے مطابق تکبر ہے اس لئے اس حالت کو ترک نہ کرے اسی میں بنیت اخلاص مشغول رہے اور اس وہمہ کی طرف التفات نہ کیا جائے،یہ تو ہر عبادت میں رکاوٹ بن سکتا ہے مخلوق کیلئے نہ عبادت کرے اور نہ چھوڑے اپنی حالت پر گامزن رہے۔

**حال:** احقر کا حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق تھا حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے وصال کے بعد احقر کچھ پریشان تھا کہ اب کس سے تعلق قائم کیا جاوے۔چنانچہ احقر نے حضرت مولانا......صاحب سے اسی سلسلہ میں مشورہ لیا تو انہوں نے آنجناب کا نام گرامی منتخب فرمایا اور تھوڑا سا تعارف بھی کرایا جی چاہتا ہے کہ آپ سے اپنی اصلاح کے بارہ میں خط و کتابت شروع کردوں امید ہے کہ آپ مہربانی فرماتے ہوئے اجازت فرماویں گے۔

**ارشاد:** بہتر تو یہ ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے متوسلین میں سے کسی خلیفہ مجاز سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے تا کہ وہ مناسبت قائم رہے جو حضرتؒ سے ہو چکی تھی لیکن اگر احقر سے ہی کوئی مشورہ لینے کو دل چاہتا ہے تو احقر بھی اس خدمت کیلئے اپنی حیثیت کے موافق حاضر ہے مربی اور شیوخ تو واسطۂ فیض ہیں اصل فیض رساں تو حق تعالیٰ جل شانہ ہی ہیں وہ اپنے فیض کے پہنچانے کیلئے جس کو چاہتے ہیں واسطہ بنا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ہی دعا مانگنی چاہئے کہ وہ صحیح راہنمائی فرماویں۔ والسلام۔

ترتیب: سید عبدالناصر ترمذی

# مغفرت خداوندی

بصیرت افروز خطاب

صاحبزادہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہم ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند

مورخہ ۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ/ ۷ مارچ ۲۰۰۵ء بروز سوموار بمقام مدرسہ سراج العلوم بلاک نمبر ۱ سرگودھا

## دعا کی قبولیت

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

(۱) یا ابن ادم انك مادعوتنی ورجوتنی غفرت لك علی ما کان فیك ولا ابالی اے آدمی! جب تک تو مجھ سے مانگتا رہے گا، لیکن ایک شرط ہے ورجوتنی آس لگا کر مانگتا رہے گا، دل لگا کر مانگتا رہے گا، اس عقیدے کے ساتھ مانگتا رہے گا کہ تیرے درد کو میرے سوا کوئی دور نہیں کرسکتا، تیری جھولی کو میرے سوا کوئی بھر نہیں سکتا، میرے سوا کسی کے پاس ایسے خزانے نہیں ہیں جو نہ کبھی خالی ہوئے نہ کبھی خالی ہوں گے، میں ہی تیرے درد کو دیکھ رہا ہوں تو جو مانگ رہا ہے سن رہا ہوں، اس آس اور امید کے ساتھ جب تک تو مجھ سے بھیک مانگتا رہے گا، سوال کرتا رہے گا غفرت لك علی ما کان فیك تیرے گناہ کیسے بھی ہوں میں ان گناہوں کو معاف کرتا رہوں گا، فرماتے ہیں ولا ابالی میں تو بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا، میرا بندہ مجھ سے آس لگائے ہوئے بھیک مانگ رہا ہے میں اس کے گناہوں کو معاف کررہا ہوں کون ہے جو مجھ سے یہ پوچھنے والا ہو کہ میں نے اپنے بندے کے گناہ کو کیوں معاف کردیا؟ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ سے آس لگا کر دعا مانگنا اللہ کو بہت زیادہ پسند اور محبوب ہے، اللہ کی رحمت اور مغفرت اس بندے پر برستی ہے جو اللہ سے آس لگا کر بھیک مانگتا ہے۔ دعا مانگنا انسان کے گناہوں کی مغفرت کا بہترین ذریعہ ہے اس لئے ہر انسان کو زیادہ سے زیادہ، رات دن، صبح شام اللہ سے بھیک مانگنی چاہئے۔

## دعاء کی اہمیت

حدیث پڑھنے پڑھانے والے طلبہ اور علماء یہ جانتے ہیں کہ حدیث کی ہر کتاب کے اندر ایک

مستقل باب ہوتا ہے جس کو کہا جاتا ہے ''کتاب الدعوات'' اس باب کو پڑھنے والے جانتے ہیں کہ چوبیس گھنٹے، رات دن اللہ کے نبی کا کوئی کام ایسا نہیں کہ جس کے اندر کوئی نہ کوئی دعا آپ سے منقول نہ ہو، آپ سو رہے ہیں، اٹھ رہے ہیں، کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، فارغ ہو رہے ہیں، ضرورت کیلئے جا رہے ہیں، سفر کر رہے ہیں، سفر سے آ رہے ہیں، سواری پر بیٹھ رہے ہیں، ہر جگہ ایک دعا ہے جو اللہ کا نبی اپنے اللہ سے مانگ رہا ہے، اس لئے مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر وقت اپنے اللہ سے آس لگائے رہے۔ یہ ہوسکتا تھا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر ایک وقت ہوتا اور پانچ نمازیں ادا کرلی جاتیں بس ایک ہی وقت میں، مگر اللہ کی مصلحت یہ نہیں ہے، اس نے تھوڑے تھوڑے وقفے سے پانچ نمازوں کو فرض کیا، مصلحت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ رات اور دن، ہر وقت، ہر جگہ انسان کا رشتہ اپنے اللہ سے جڑنا چاہئے۔

## توبہ واستغفار

(۲) فرماتے ہیں یا ابن ادم لو بلغت ذنوبك عنان السماء ثم استغفرتني غفرت لك ولا ابالي اے آدمی! اگر تو نے دنیا میں اتنے گناہ کئے، اتنے گناہ کئے، اتنے گناہ کئے کہ اگر تیرے گناہوں کو اوپر نیچے رکھا جائے تو پہاڑ بن جائے اور آسمان کی بلندی تک پہنچ جائے، اگر اتنے گناہ کرنے کے بعد بھی تو نے سچے دل سے توبہ اور استغفار کی کہ اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرمادے تو فرماتے ہیں غفرت لك میں تیرے گناہوں کو معاف کردوں گا ولا ابالی اور مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ میرے بھائی! اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کا اپنے اللہ سے رشتہ جوڑنا، دعا مانگنا، استغفار کرنا یہ مومن کیلئے ایک بہترین سہارا ہے خدا کی رحمت اور مغفرت کو حاصل کرنے کا، ہم جس طرح قدم قدم پر گناہ کرتے رہتے ہیں اللہ نے ہمیں استغفار ایک بہترین وسیلہ اور سہارا دیا ہے کہ ہم ان گناہوں کی مغفرت کیلئے راستہ ہموار کرسکیں۔ اللہ کے نبی نے استغفار کی تاکید فرمائی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم ایک ایک مجلس میں کبھی کبھی گنا کرتے تھے کہ اللہ کا نبی کتنی مرتبہ استغفار کرتا ہے، ایک ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ اللہ کا نبی اللہ سے استغفار کیا کرتا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو طریقہ بتلا رہے ہیں، اللہ کا نبی تو گناہوں سے معصوم ہے، وہ یہ بتلا رہا ہے کہ مومن کو ہر وقت اپنے گناہوں سے توبہ اور استغفار کرتے رہنا چاہئے۔

## حقوق العباد کی اہمیت

میرے بھائی! ایک بات غور کرنے کی ہے، گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک گناہ یہ ہے کہ

انسان اللہ کا حق ادا نہیں کرتا، جوا کھیلتا ہے، شراب پیتا ہے، بدکاری کرتا ہے، یہ اللہ کا حق ہے، انسان اللہ کا حق ادا نہیں کررہا ہے لیکن اللہ کے یہاں مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، انسان سچے دل سے توبہ کرے استغفار کرے اللہ معاف فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن کے اندر فرماتے ہیں وانّی لغفّار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثمّ اھتدی میں بڑی مغفرت کرنے والا ہوں، میری مغفرت کے سمندر کی کوئی تھاہ نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ شیطان کو حکم دیا گیا کہ آدم کو سجدہ کرے، شیطان نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا، اللہ نے حکم دیا کہ ذلیل وخوار ہوکر جنت سے نکل جا، نکلتے ہوئے اس نے اللہ سے ایک درخواست کی کہ انظرنی الی یوم یبعثون اے اللہ العلمین! مجھ کو قیامت تک کی زندگی عطا فرما دیجئے، اللہ نے فرمایا انّك من المنظرین جا ہم نے تجھے زندگی دے دی، اب وہ یہ کہتا ہے اے اللہ! آپ نے مجھے زندگی دے دی تو میں اب ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین آپ نے اس آدم کی وجہ سے مجھے جنت سے نکالا ہے، یہ آدم جنت میں رہے گا اور میں راندۂ درگاہ بنوں گا، میں بھی اس آدم کو اور آدم کی اولاد کو جنت میں آنے نہیں دوں گا، تیرے راستے پر لگنے نہیں دوں گا۔ جناب رسول اللہ ﷺ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ شیطان نے بڑے طنطنے سے کہا بعزتك وجلالك اے اللہ! میں آپ کی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں کبھی اس کو تیرے راستے پر لگنے نہیں دوں گا، اللہ کی رحمت کو جوش آیا اس لئے کہ خدا کو اپنے بندے بالخصوص آدم اور آدمی سے بڑی محبت ہے، اللہ نے اسی قوت کے ساتھ قسم کھائی بعزتی وجلالی اے شیطان! میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا بندہ گناہ کرکے جب تک مجھ سے توبہ اور مغفرت کرتا رہے گا میں اس کے ہر گناہ کو معاف کرتا رہوں گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اگر اللہ کا حق پورا نہیں کرتا تو بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

میرے بھائی! ایک گناہ اور ہے، وہ گناہ یہ ہے کہ انسان انسان کا حق ادا نہیں کرتا، کسی بیوہ کا حق مارلیتا ہے، یتیم کا حق لے لیتا ہے، پڑوسی کا حق دبالیتا ہے، کسی غریب کا حق مارلیتا ہے، بھائی بہن کا حق کھا لیتا ہے، بہن کو وراثت سے محروم کردیتا ہے، بھائی بھائی کا حصہ لے لیتا ہے، تو یہ شخص اگر ساری عمر توبہ کرتا رہے، ہر سال حج کرتا رہے کسی کا ایک پیسہ بھی معاف نہیں ہوسکتا، اللہ اپنے حق کو معاف کرے گا لیکن انسان انسان کا حق لے اور اللہ سے یہ کہے کہ اللہ! آپ معاف فرمادیجئے اللہ اس حق کو معاف نہیں کرے گا۔

حدیث کے اندر آتا ہے کہ اگر کسی انسان نے دنیا میں کسی انسان کا حق لے لیا تو قیامت کے دن وہ مظلوم اس کے دامن کو پکڑ کر بارگاہ خداوندی میں لے جائے گا کہ الٰہ العٰلمین! اس نے میری امانت، میرا حق مجھے نہیں دیا، اللہ کا نبی فرماتا ہے کہ اللہ کو بڑا غصہ ہوگا اور اللہ فرمائیں گے اذ الامانۃ آج یہاں اس کی امانت دے، روپیہ لیا تھا، پیسہ لیا تھا، سونا لیا تھا، چاندی لی تھی ادا کر، یہ انسان دائیں بائیں دیکھے گا اور کہے گا کہ انّی یارب وقد ذھبت الدنیا اے الٰہ العٰلمین! کہاں سے دوں؟ دنیا تو ختم ہو چکی، آج تو مجھے کچھ نظر نہیں آتا، اللہ پھر دوبارہ فرمائیں گے اذ الامانۃ آج ہم کچھ نہیں سنتے اس کا حق ادا کر، یہ بچارہ پھر کہے گا انّی یارب وقد ذھبت الدنیا اے الٰہ العٰلمین! میری بات تو سن لیں کہاں سے دوں؟ دنیا ختم ہو چکی، اللہ تیسری مرتبہ فرمائیں گے اذ الامانۃ ہم کچھ نہیں سنتے اس کی امانت ادا کر، یہ پھر یہی کہے گا، آخر کار حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں ڈال دو، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ جہنم میں جائے گا تو وہ دنیا کی امانت اس کو نظر آئے گی کہ جہنم کی تہہ میں نیچے پڑی ہوئی ہے، خوش ہوگا کہ سارے جہنم کے عذاب کو بھگت لے مگر کسی طرح اس امانت کو لا کر اللہ کے قدموں میں ڈال دے اور اس عذاب سے چھٹکارا مل جائے، جائے گا اٹھا کر لائے گا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب خوش ہوگا کہ کنارے پر لگ گیا تو وہ امانت ہاتھ سے چھوٹ کر پھر وہیں چلی جائے گی۔

میرے بھائی! اللہ اپنے حق کو معاف فرمائے گا لیکن انسان کا حق خواہ ایک پیسہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو معاف نہیں ہوگا، اللہ کے نبی کا ایک غلام جو غزوۂ خیبر میں سن ۷ھ میں آپ کے ساتھ تھا کوئی تیر آ کر لگا اور شہید ہو گیا، یہ معلوم نہیں کہ کس کا تیر تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہوئے مبارکبادی دینے کیلئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم مبارک بادی دیتے ہو لیکن تم اس حقیقت سے نا آشنا ہو کہ اس غلام نے اس مال غنیمت میں سے جو ابھی تک تقسیم نہیں ہوا تھا ایک معمولی سا کپڑا اٹھا لیا تھا، میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ کپڑا اس کو جہنم کی آگ بن کر لپٹا ہوا ہے، اگر اللہ کے نبی کا غلام جو جہاد کے اندر جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا، اتنی مبارک موت بھی اس کو کسی انسان کا حق معاف نہیں کرا پا رہی ہے تو ہماری کیا حیثیت ہے؟ اس لئے میرے بھائی! اللہ اپنا حق معاف کرے گا استغفار اس کیلئے بہترین وسیلہ ہے، لیکن انسان کا حق اللہ معاف کرے یہ نہیں ہے، اس کو معاف کرانے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جس کا حق ہے اس کا حق اسے دے دیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی طرح ہاتھ

جوڑ کر، پیر پکڑ کر صاحب حق سے اس کے حق کو معاف کرالیا جائے، اس کے علاوہ دنیا کے اندر کوئی دوسری صورت انسان کے حق کو معاف کرانے کی نہیں ہے۔

## توبہ کی شرائط

میرے بھائی! ایک اور چیز بھی سوچنے اور سمجھنے کی ہے کہ توبہ اور استغفار اس کو نہیں کہتے کہ انسان تسبیح پڑھ لے توبہ، توبہ، یارب توبہ، بلکہ توبہ اور استغفار کیلئے تین شرائط ہیں، پہلی شرط یہ ہے کہ جس گناہ سے توبہ کررہا ہے اس گناہ کو چھوڑ کر باہر آجا، نماز نہ پڑھنے سے توبہ کررہا ہے، روزہ نہ رکھنے سے توبہ کررہا ہے، جوا کھیلنے سے توبہ کررہا ہے، اس کو چھوڑ دے باہر آجا، نماز پڑھنے لگ جا، جوا کھیلنا بند کردے، آدمی مسجد میں توبہ کرے اور باہر جا کر پھر وہی گناہ کرنے لگے اس کو توبہ اور استغفار نہیں کہتے، بنیادی شرط یہ ہے کہ جس گناہ کو تو معاف کرانا چاہتا ہے اس گناہ کو کرنا چھوڑ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اپنے اللہ سے پختہ عہد کر کہ الٰہ العٰلمین! اب نہیں کروں گا۔

تیسری شرط یہ ہے توبہ کی کہ سچے دل سے اپنے گناہ کے اوپر ندامت کر۔ جب یہ تین شرائط ہوتی ہیں تو مومن کی توبہ توبہ ہوتی ہے اور اسی توبہ کو توبۃ نصوحا کہا جاتا ہے۔

میرے بھائی! ہر انسان کو توبہ کرنی چاہئے، ہم تو رات، دن سوتے اور جاگتے گناہ کرتے ہیں، اس لئے اگر اللہ کا نبی ایک ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ استغفار کرتا ہے تو ہمیں تو رات اور دن استغفار کرنا چاہئے لیکن یہ ہماری بڑی غفلت ہے کہ دن اور دن، ہفتوں کے ہفتے گزر جاتے ہیں ہم اپنے سچے دل سے کبھی بھی استغفار نہیں کرتے۔

## مغفرت الٰہیہ

میرے بھائی! تیسری چیز حدیث کے اندر فرمائی یا ابن ادم انّك لولقیتنی بقراب الارض خطایا ثمّ لقیتنی لا تشرك بی شیئا لاتیتك بقرابها مغفرۃ اے آدمی! اگر تو موت کے بعد میرے پاس اتنے گناہ لے کر آیا، اتنے گناہ لے کر آیا کہ میری ساری زمین تیرے گناہوں سے بھری ہوئی ہے، دنیا میں جہاں گیا تو نے میری پاک زمین کو گناہوں سے کالا کردیا، لیکن اگر تو نے میری ایک شرط پوری کردی ثـم لقیتنی لا تشرك بی شیئا کہ جب تو مجھے ملا، آخری وقت میں جب تیری روح نکل رہی تھی تو اس وقت تیرے دل میں میرا کوئی شریک نہیں تھا، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ

کو دل و جان سے تو مانتا تھا، اگر تو نے میری اس شرط کو پورا کر دیا تو تو زمین بھر کر گناہ لے کر آ رہا ہے میں زمین بھر کر مغفرت لے کر تیری طرف آ ؤں گا۔

## ایمان اور اس کی حفاظت

میرے بھائی! کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صرف زبان پر ہو یہ نہیں، بلکہ انسان کا دل اس کلمہ کی گواہی دیتا ہو، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان اور مومن ماں باپ کے گھر میں پیدا کیا، ہمیں ماں نے اپنی گود میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تربیت دی، باپ نے ہمیں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سکھلایا اور ہم ایک مومن بن کر ابھرے ہیں، اللہ سے ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، نبی کریم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ اے اللہ! دلوں کو الٹنے بدلنے والے اللہ، اے وہ اللہ! جس کی حکومت اپنے بندوں کے دلوں پر ہے آپ سے بھیک مانگتا ہوں کہ آخری وقت تک میرے دل کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر مضبوط کر دیجیے۔ اس لئے اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے اللہ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی آخری وقت تک حفاظت فرمائے، آمین۔

ضبط وترتیب: حافظ محمد نعمان حامد

# مکالمہ بین المذاہب اوراس کا تصور (قسط۱)

خطاب حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم

بتاریخ ۸؍دسمبر ۲۰۰۷ء......بمقام آواری ٹاورز، کراچی

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسّلام علٰی من لّانبیّ بعدہ ولامعصوم بعدہ ولاامّۃ بعد امّتہ ولاکتاب بعد کتابہ۔امابعدفاعوذباللّٰہ من الشّیطٰن الرّجیم بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم لاینھٰکم اللّٰہ عن الّذین لم یقاتلوکم فی الدّین ولم یخرجوکم مّن دیارکم ان تبرّوھم وتقسطوا الیھم انّ اللّٰہ یحبّ المقسطین ،انّما ینھٰکم اللّٰہ عن الّذین قاتلوکم فی الدّین واخرجوکم مّن دیارکم وظاھروا علٰی اخراجکم ان تولّوھم ومن یّتولّھم فاولٰئک ھم الظّالمون ،صدق اللّٰہ العظیم۔

ارباب علم ودانش! آج کے اس فکرانگیز سیمینار میں مجھے جوعنوان دیا گیا ہے وہ ہے"مکالمہ بین المذاہب اوراس کا تصور"۔آج پوری دنیا میں انٹرفیتھ ڈائیلاگ یعنی مکالمہ بین المذاہب کی بات ہورہی ہے،یہ صرف ایک موضوع ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کیلئے ایک چیلنج بھی ہے،کیونکہ قومی اوربین الاقوامی سطح پراس موضوع کوبڑی اہمیت کے ساتھ بیان کیاجارہاہے،اس لحاظ سے اس کے دونوں پہلوپیش نظر رہنے چاہئیں کہ اس وقت میں جہاں یہ ایک عالمی ضرورت ہے،وہاں ایک عالمی چیلنج بھی ہے۔

معززسامعین! دنیابوجوہ ایک گلوبل ویلیج کی حیثیت اختیار کرچکی ہے،تجارت نے ،سائنس وٹیکنالوجی نے اورخاص طورپرآمدورفت کے ذرائع کی بہتات نے ،بڑھتی ہوئی آبادی نے ،اوراسی طرح میڈیانے دنیا کوایک گاؤں کی شکل دے دی ہے،اب وہ دوراورزمانہ نہیں رہا کہ ایک جگہ کی خبردوسری جگہ تک مہینوں بعد پہنچے اورایک جگہ سے اگرکسی نے دوسرے ملک یاشہرجاناہوتووہ قافلوں کاانتظارکرےاورقافلہ بنےتووہ جاسکے،اوراصحاب القوافل کانام اب کتابوں اورتاریخوں میں توملے گالیکن اس معنی میں یاآج کےدورمیں کہیں بھی نہیں ملے گا۔ماضی میں اگرایک شخص سفرنہیں کرسکتاتھا، ذرائع نہیں تھے،سہولتیں نہیں تھیں،انتظارہوتاتھاکہ قافلہ بنے اورسفرشروع کرے،اسی لئے ہمیں تاریخ

کی کتابوں میں اصحاب القوافل کے نام کی اصطلاح ملتی ہے، آج ایک لمحے میں کراچی کی خبر ہی نہیں بلکہ پاکستان کے پسماندہ ترین دیہات کی خبر بھی پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں پہنچ جاتی ہے، فاصلے سمٹ گئے ہیں اور ایک جگہ کے حالات وہاں تک ہی محدود نہیں رہتے، وہ دوسروں کو بھی متاثر کرتے ہیں، اس کے اثرات یا ثمرات، اس کے فوائد یا نقصانات ہمہ گیر اور عالمگیر ہوتے ہیں اور لمحوں اور منٹوں میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ انسان کے تصور میں بھی جو چیز نہیں تھی آج ایک زمینی حقیقت بن کر سامنے آ گئی، لہٰذا ایسے دور میں جبکہ انسانی برادری، دنیائے انسانیت ایک گلوبل ویلیج کی شکل اختیار کر چکی ہو تو ایک دوسرے سے لاتعلق نہیں رہا جا سکتا، ایک دوسرے کے حالات سے متاثر نہ ہوں یہ ممکن نہیں ہے، یقیناً ایک جگہ کے حالات دوسری جگہ پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ ابھی آپ دیکھئے کہ ڈنمارک کے شہر کوپن ہیگن میں جناب نبی کریم ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کی (نعوذباللہ) اشاعت ہوتی ہے تو صرف کوپن ہیگن تک وہ بات محدود نہیں رہتی، وہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور پوری دنیا میں مسلمان سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر نائن الیون کا واقعہ ہوتا ہے تو وہ صرف نیویارک تک ہی محدود نہیں رہتا، وہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو نہیں گراتا، وہ پھر افغانستان، عراق اور دنیا کے کئی ملکوں کو گرا دیتا ہے، بڑی تیزی سے پوری دنیا اس سے متاثر ہوتی ہے، صرف یہی نہیں کہ وہی علاقہ اس سے متاثر ہو بلکہ پوری دنیا متاثر ہوتی ہے۔ تو یہ دنیا ایک گلوبل ویلیج بن گئی ہے، ایک گاؤں بن گئی ہے اور اس کو گاؤں اس لئے کہتے ہیں کہ عام طور پر شہروں کی آبادی میں وسعت ہوتی ہے اور وہاں ایک جگہ کی خبر دوسری جگہ دیر سے پہنچتی ہے اور دیہات چھوٹے ہوتے ہیں وہاں بڑی جلدی خبر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔

## مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت

اسی طرح آپ جانتے ہیں اور میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ میں اب تک دنیا کے جن ملکوں میں گیا ہوں ان میں یورپ، افریقہ، امریکہ اور ایشیا کے بہت سے ممالک شامل ہیں، مجھے اب تک کوئی ملک ایسا نہیں ملا جس ملک کے اندر صرف ایک مذہب کے ماننے والے ہوں، ہر ملک میں اور ہر ملک کے تقریباً ہر شہر میں مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ وہاں ملے، کہیں کوئی مذہب والے اکثریت میں اور دوسرے اقلیت میں اور کہیں وہ اقلیت میں اور اقلیت والے اکثریت میں ہیں تو اس لحاظ سے یہ نہیں ہے کہ ایک جگہ کے حالات اور معاملات دوسری جگہ اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ وہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

اب اس میں دوراستے ہیں،ایک راستہ ہے تصادم اور ٹکراؤ کا،اس سے امن اور انسانیت جس طرح تباہ ہوگی اس کو آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں،اس میں نقصان ایک کا نہیں ہوگا بلکہ سب کا ہوگا۔اور دوسرا راستہ ہے مفاہمت کا اور ڈائیلاگ کا،مکالمے کا اور بات چیت کا۔ظاہر ہے کہ ہر ذی شعور انسان ایسے حالات میں اور ایسے اوقات میں تصادم اور ٹکراؤ کی بجائے مفاہمت اور ڈائیلاگ پر یقین رکھتا ہے،بات چیت ہوگی،مکالمہ ہوگا،اس بناپر میں یہ سمجھتا ہوں اور میری طرح کے بہت سے لوگ یہ بات سمجھتے ہیں کہ آج کے موجودہ حالات میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ڈائیلاگ، مکالمہ اور بات چیت وقت کی ضرورت ہے تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ متعلقہ مسائل کو،متنازعہ مسائل کو،ممکنہ مسائل کو بات چیت کے ذریعے،مکالمے کے ذریعے،گفت وشنید کے ذریعے حل کیا جائے،اور انصاف اور عدل کی بنیادوں پر ان کو حل کیا جائے،اور دنیا بجائے تنازعات،جھگڑے اور بدامنی کے سکون اور امن کے ساتھ زندگی گزارے،اس لئے کہ امن ہر ایک کی ضرورت ہے،جہاں مغرب کی ضرورت ہے مشرق کی بھی ہے،اور جہاں عیسائیوں اور یہودیوں کی ہے اتنی ہی ضرورت بلکہ اس سے زیادہ مسلمانوں کی بھی ضرورت ہے،اس بناپر مکالمہ اور باہمی ڈائیلاگ،افہام وتفہیم اور بات چیت اور گفت وشنید جو ہے اس کی اہمیت،ضرورت اور اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

## اسلام اور مکالمہ بین المذاہب

بحیثیت مسلمان ہم تو صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ داعی ہیں،آج سے چودہ سوسال پہلے جناب نبی کریم ﷺ نے قرآن کی زبان میں یہ دعوت دی قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الّانعبد الاّ اللّٰہ ولانشرك به شیئا وّلایتّخذ بعضنا بعضا اربابًا مّن دون اللّٰہ۔ ہمیں اسلامی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مکالمہ اور بات چیت کی نہ صرف یہ کہ اسلام کی طرف سے اس کی اجازت ہے بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کو اپنے دور میں تین گروہوں سے واسطہ پڑا (۱) مشرکین اور کفار سے (۲) یہود سے (۳) نصاریٰ سے۔مکة المکرّمہ میں مشرکین مکہ سے آپ کا واسطہ پڑا اور مسلمانوں کو اپنے عملی مسائل کیلئے ان سے بہت سی چیزوں میں واسطہ اور سابقہ پڑا تو جناب نبی کریم ﷺ نے نہ صرف مشرکین مکہ سے بات چیت کی،مکالمہ کیا بلکہ حضور ﷺ نے معاہدہ بھی کیا۔مکالمے سے بڑھ کر

چیز معاہدہ اور ایگریمنٹ ہے، معاہدہ بھی کیا جو صلح حدیبیہ کے نام سے تاریخ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے۔مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں آکر حضور ﷺ کو مدینے کی آبادیوں میں وہاں کے شہریوں میں یہودیوں سے واسطہ پڑا،بنونضیر،بنوقریظہ اور بنوقینقاع یہ یہودیوں کے مشہور قبیلے یہاں آباد تھے،حضور ﷺ نے ان سے بات چیت اور مکالمہ ہی نہیں کیا بلکہ معاہدہ بھی کیا جو''میثاق مدینہ'' کے نام سے مشہور ہے۔اور پھر حضور علیہ السلام کو اپنی حیات طیبہ میں نجران کے عیسائیوں سے بھی گفت وشنید کرنے کا موقع ملا،ان سے بھی مکالمہ ہوا،نجران اس زمانے میں یمن کا ایک شہر تھا اور موجودہ جغرافیے میں یہ سعودی عرب کا ایک شہر ہے۔نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا اور حضور علیہ السلام نے ان سے بھی بات چیت کی۔چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنے دور میں مشرکین،یہودیوں اور عیسائیوں سے جو بات چیت اور مکالمے کئے اور معاہدات کئے،یہ تمام چیزیں ہمیں بتاتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس دور میں اگر مکالمے کئے تو جس ضرورت کی بنا پر کئے آج اس ضرورت میں اضافہ تو ہوگا کمی نہیں ہوگی۔مکۃ المکرمہ میں رہتے تھے تو مشرکین سے واسطہ پڑا اور مدینہ طیبہ میں رہتے تھے تو یہودیوں سے واسطہ پڑا تو جیسے میں نے کہا کہ آج دنیا کے کسی ملک میں چلے جائیں وہاں آپ کو دوسرے مذاہب کے ماننے والے ملیں گے اور میں نے عرض کیا کہ کسی ملک میں آپ اکثریت میں ہیں وہ(یعنی غیر مسلم)اقلیت میں ہیں اور کہیں ہم مسلمان اقلیت میں ہیں اور غیر مسلم اکثریت میں ہیں۔

## مکالمہ بین المذاہب کی حدود وقیود

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات عرض کردوں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے جو مکالمہ یا ڈائیلاگ کی دعوت دی یا معاہدے کئے ان میں شہری حقوق،امن اور مذہبی آزادی کے علاوہ حضور ﷺ نے تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابًا من دون اللّٰہ فرما کر واضح کردیا کہ ہمارے ڈائیلاگ کی بنیاد آسمانی تعلیمات پر ہوگی،ہمارے مکالمے،مفاہمت اور بات چیت کی بنیادیں وہ نہیں ہوں گی جو ہماری عقل نے اختراع کی ہیں،وہ نہیں ہوں گی جس کو ہمارے دماغ تیار کریں،بلکہ ہمارے درمیان مشترکہ چیزیں وہ کہلائیں گی جو آسمانی کتاب میں اور وحی الٰہی میں ہیں،بنیادیں بھی ساتھ بتادیں جو مذہب کی بنیادی تعلیمات ہیں اور حقیقی اور غیر محرف تعلیمات ہیں۔..................................(جاری ہے)

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

# احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

## تحقیقی جائزہ (قسط۳)

## احکام القرآن علامہ ظفر احمد عثمانی کا مختصر تعارف اور منہج

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی (م ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) نے احکام القرآن کی تالیف کا کام حضرت تھانوی کے زیر سایہ خانقاہ تھانہ بھون میں شروع کر دیا تھا، سورۂ بقرہ حضرت کے زیر سایہ ۲۷/شوال ۱۳۵۷ھ کو مکمل ہوگئی تھی، حضرت مؤلف نے اس کو جلد اول قرار دیا تھا، سورۂ آل عمران بھی حضرت تھانوی ہی کے سامنے مکمل ہوگئی تھی اور سورۃ النساء شروع ہوگئی تھی مگر اس کی تکمیل حضرت تھانوی کی وفات کے بعد ہوئی۔

جب آیت فان طبن لکم عن شیء منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا[۵] پر پہنچے تھے کہ مولانا عثمانی کے ڈھاکہ چلے جانے کی وجہ سے درمیان میں ایک زمانہ تک یہ کام بند رہا، پھر ۳۰/ربیع الاول ۱۳۶۱ھ بعد عصر حضرت تھانوی نے دوبارہ اس کام کے شروع کرنے پر ایک جلسہ میں مسرت کا اظہار فرمایا مگر یہ سورت عرصہ کے بعد ٹنڈو الہ یار آ کر ۱۸/ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ کو مکمل ہوئی۔

## خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں احکام القرآن کا آغاز

الحمد لله الذی وفق بعد اشارتی ابن اختی الذی هو باذن الله تعالٰی لعلوم الدین ینبوع وبرواد الخیر منبوع المشتهر بالمولوی ظفر احمد لتالیف هذا المجموع الذی هو لتشیید مذهب الحنفی الاصول منه والفروع بالقران الحکیم موضوع کما ان اعلاء السنن الذی صنفه قریباً لعین هذا الغرض مؤلف و مصنوع وکلاهما بحمد الله تعالٰی مع التحقیق والتدقیق مقرون ومشفوع وعنداهل البصیرة مقبول ومسموع ومرضی ومطبوع کمله الله تعالٰی وجعله لی وله ذخرا لیوم یمتاز فیه الموصول من المقطوع والمرحوم من الممنوع ببرکة نبیه الکریم الذی قدره عال وذکره مرفوع وانا العبد الفقیر الی رحمة ربه، اشرف علی غفرله کل ماجناه من غیرا لمشروع[۶]

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے اشارہ پر میرے بھانجے کو جو بحمد اللہ علوم دین کا سرچشمہ ہیں

اور طالبان خیر کے پیشوا جو مولوی ظفر احمد کے نام سے مشہور ہیں اس کتاب کی تالیف کی پھر توفیق دی جس کا موضوع قرآن کریم سے مذہب حنفی کے اصول وفروع کی تائید ہے جیسا کہ اس سے پہلے قریب زمانہ میں اسی غرض کیلئے وہ اعلاء السنن تصنیف کر چکے ہیں دونوں کتابیں بحمد اللہ تحقیق وتدقیق سے لکھی گئی ہیں اور اہل بصیرت کے نزدیک مقبول اور مسموع پسندیدہ اور مرغوب ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو تکمیل تک پہنچائے اور میرے لیے اور ان کیلئے آخرت کا ذخیرہ بنائے جس دن موصول مقطوع سے اور مرحوم محروم سے ممتاز ہو جائے گا اپنے نبی کی برکت سے جن کا مرتبہ بہت بلند اور ذکر جمیل مرفوع وبالا ہے میں ہوں اپنے رب کی رحمت کا امیدوار اشرف علی اللہ تعالیٰ اس کے ہر فعل کو معاف فرمائیں جو خلاف شرع صادر ہوئے ہوں [۷۷]

مفتی عبدالشکور ترمذی فرماتے ہیں کہ فقہ اسلامی حنفی کن کن آیات سے ماخوذ ہے اور علماء احناف نے کون کونسی آیات سے کون کون سے مسائل فقہیہ کا استنباط کیا ہے، احکام القرآن میں ان کو جمع کر دیا گیا ہے اس طرح قرآن کریم سے فقہ حنفی کے دلائل کا ایک بہت عمدہ اور مستند مجموعہ عربی زبان میں یکجا جمع ہو گیا ہے۔

علم تفسیر میں مولانا کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے، سورۂ فاتحہ سے سورۃ النساء تک کی دو جلدیں مولانا مرحوم نے مکمل فرمائی تھیں، یہ دو جلدیں بڑے سائز کے ۸۰۸ صفحات پر مشتمل ہیں اور شائع ہو چکی ہیں، اس پیرانہ سالی اور ضعف عمر کے زمانے میں بھی مولانا نے سورۃ المائدہ سے آگے لکھنا شروع فرما دیا تھا مگر تکمیل نہیں ہوسکی، خدا کرے اس کی تکمیل کا اور پھر اس کی اشاعت کا انتظام جلد ہو جائے اور یہ علمی نوادرات کا ذخیرہ منظر عام پر آ کر تشنگان علوم کو سیراب کر دے [۷۸]

## منزل اول

مؤلف مولانا ظفر احمد عثمانی

تکمیل حصہ متن: سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ مکمل، ۲۱ شوال المکرم ۱۳۵۸ھ

سورۃ آل عمران مکمل، ۸ ذوالحجہ الحرام ۱۳۵۸ھ

سورۃ النساء مکمل، ۱۸ ذوالحجہ الحرام ۱۳۸۷ھ

مطبوعہ: جلد اول سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ مکمل، صفحات ۸۳۰۔

جلد اول حصہ دوم سورۃ آل عمران مکمل، صفحات ۷۶۔

جلد دوم سورۃ النساء مکمل، صفحات ۳۱۹۔

ناشر: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی۔ سال طباعت: ۱۹۸۷ء ۹ے

## اسلوب

احکام القرآن کے اس ابتدائی حصہ میں مولانا نے جو اسلوب برقرار رکھا ہے اسے حسب ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ متن آیت یا آیات کو نقل کیا جاتا ہے۔

۲۔ متن آیت کو نقل کرنے کے بعد اختصار کے ساتھ لغوی تشریح کی جاتی ہے۔

۳۔ احکام مستنبطہ بیان کئے جاتے ہیں۔

۴۔ فقہا کی آرا نقل کی جاتی ہیں۔

۵۔ مدلول آیت کی وضاحت پیش کی جاتی ہے اور تائید میں احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

۶۔ حنفیہ کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

۷۔ ''**الجواب عن دلائل الخصم**'' کے عنوان سے دیگر ائمہ کرام کے دلائل کا جواب علمی انداز میں دیا جاتا ہے۔

۸۔ صاحبین ''امام ابو یوسف اور امام محمد'' کی رائے اگر امام ابوحنیفہ سے مختلف ہو تو راجح قول کی وضاحت کی جاتی ہے۔

۹۔ مولانا نے محدثانہ و متکلمانہ اسلوب قائم رکھا ہے ۸۰ے

## ماخذ و مصادر

مولانا نے اپنی کتاب کی تالیف میں تفسیر، حدیث فقہ اور احکام قرآنی پر بنیادی و اساسی کتب کو مصدر و ماخذ بنایا ہے سب سے زیادہ استفادہ علامہ جصاص کی احکام القرآن سے کیا ہے، اس کے علاوہ علامہ ابن عربی کی احکام القرآن علامہ قرطبی کی الجامع لاحکام القرآن سے بھی استفادہ فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ تفاسیر میں ملاجیون کی التفسیرات الاحمدیہ، قاضی ثناءاللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری، علامہ ابن کثیر کی تفسیر القرآن العظیم، علامہ آلوسی کی روح المعانی اور امام راغب اصفہانی کی المفردات فی غریب القرآن سے استفادہ کیا۔ حدیث میں صحاح ستہ، معجم طبرانی، مسند امام احمد، حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے بھی نفع اٹھایا۔ اصول الفقہ میں قاضی عبدالوہاب کی شرح المہذب سے اور فقہ میں زیلعی سے بکثرت استفادہ کیا ہے۔

## احکام القرآن مفتی جمیل احمد تھانوی کا مختصر تعارف اور منہج

مؤلف: مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

حصہ متن مطبوعہ: جلد اول سورۃ یونس مکمل، صفحات ۴۴۱، سن اشاعت ۱۴۱۹ھ

جلد دوم سورۃ ہود مکمل، صفحات ۴۱۶، سن اشاعت ۱۴۲۲ھ

جلد سوم سورۃ یوسف تا سورۃ النحل، صفحات ۳۴۷، سن اشاعت ۱۴۲۳ھ

ناشر: ادارہ اشرف التحقیق والعلوم الاسلامیہ، لاہور ۸۱

حصہ متن غیر مطبوعہ سورۃ اسراء تا سورۃ فرقان

ان دونوں حصوں کی تبییض مولانا کے فرزند ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی نے ربیع الاول ۱۴۱۲ھ کو مکمل کی اس پر ڈاکٹر خلیل احمد نے لکھا کہ یہ مسودہ مفتی صاحب نے پچاس برس پہلے ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء میں لکھا تھا ۸۲ غیر مطبوعہ حصے کی تالیف کی ابتدا مارچ ۱۹۸۷ء/۱۴۰۸ھ کو اور تکمیل جنوری ۱۹۹۲ء/رجب ۱۴۱۲ھ میں ہوئی۔ یہ تالیف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شکل میں ادارہ اشرف التحقیق کے پاس محفوظ ہے ۸۳

### اسلوب

مفتی صاحب کا انداز یہ ہے کہ آیت قرآنی نقل کرنے کے بعد اس سے متعلق مسائل واحکام ذکر کرتے ہیں، مفتی صاحب کا تالیف کردہ یہ حصہ دیگر حصص کے مقابلہ میں سب سے زیادہ طویل ہے۔

سورت یونس، ہود اور یوسف جن میں احکام بہت کم بیان کئے گئے ہیں لیکن مفتی صاحب کے نکتہ رس ذہن نے ان سورتوں سے بھی احکام اخذ کئے ہیں بعض مقامات پر طویل گفتگو فرمائی ہے اگر چہ بعض جگہ یہ گفتگو زیادہ طویل ہونے کے ساتھ موضوع بحث سے بھی نکل جاتی ہے کیونکہ احکام القرآن کے موضوع کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں صرف فقہی، اخلاقی یا عملی مسائل واحکام پر روشنی ڈالی جائے تفسیری اور نظریاتی نکات تفسیر کا موضوع ہوتے ہیں احکام قرآنی کا نہیں مثلاً مفتی صاحب نے بعض مقامات پر اسباب نزول سے بھی بحث کی ہے۔ مفتی صاحب اپنی بات کو ثابت کرنے کیلئے مضبوط دلائل کا سہارا لیتے ہیں کیونکہ وہ بنیادی طور پر فقیہہ ہیں، اس لئے ان دو حصوں پر بھی فقیہانہ رنگ غالب ہے، البتہ دلائل کا انداز مفتی محمد شفیع صاحب سے مختلف ہے، مفتی محمد شفیع صاحب کے دلائل میں گہرائی زیادہ طوالت کم ہوتی ہے جب کہ مفتی محمد جمیل صاحب کے دلائل میں طوالت زیادہ اور گہرائی کم ہوتی ہے ۸۴

## ماٰخذ ومصادر

مفتی صاحب نے احکام قرآنی کے استنباط میں تفسیر،حدیث اور فقہ کے بعض ثانوی مصادر کو اپنی کتاب کی بنیاد بنایا،علامہ آلوسی کی روح المعانی،علامہ ابن کثیر کی تفسیر القرآن العظیم،مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن،علامہ ابن عربی کی احکام القرآن،علامہ قرطبی کی الجامع لاحکام القرآن، علامہ شامی کی ردالمحتار علی الدرالمختار اور علامہ ظفر احمد عثمانی کی اعلاء السنن زیادہ اہم مصادر ہیں ۸۵؎

اللہ تعالیٰ نے مولانا مشرف علی تھانوی مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے دل میں اس کی تکمیل کا تقاضا پیدا کردیا،انہوں نے مفتی جمیل احمد تھانوی کو ادارہ اشرف التحقیق کی طرف سے چوتھی منزل کے لکھنے پر آمادہ کیا اور حضرت مفتی صاحب نے اس کام کی انجام دہی پر اس ضعف عمر میں کمر ہمت باندھ لی اور بڑی تندہی کے ساتھ اس کام کو سرانجام دیا،ایک عالم کو بھی متفرق اوقات میں بدل بدل کر حضرت موصوف کے ساتھ تعاون کیلئے مقرر کیا جاتا رہا،بحمداللہ یہ چوتھی منزل بھی حضرت مفتی جمیل احمد کے ہاتھ سے ہی مکمل ہوگئی۔

## مصادرومراجع


۷۵؎ النساء۴:۴۰۔

۷۶؎ احکام القرآن،مولانا ظفر احمد عثمانی،۲/۱۰۳،۱۰۴،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی۔

۷۷؎ انوارالنظر،مولانا ظفر احمد عثمانی،۲/۱۳۹،مرکزی مجلس صیانۃ المسلمین لاہور،۱۳۸۸ھ۔

۷۸؎ تذکرۃ الظفر،مفتی عبدالشکور ترمذی،ص۱۶۴،مطبوعات علمی کمالیہ،۱۹۷۷ھ۔

۷۹؎ احکام القرآن،مولانا ظفر احمد عثمانی،ج۱،۲،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی،۱۴۰۷ھ۔

۸۰؎ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی علم تفسیر میں خدمات،ڈاکٹر محمد سعد صدیقی،ص۳۸۲۔

۸۱؎ احکام القرآن،مفتی جمیل احمد ج اول،دوم،سوم،ادارۃ اشرف التحقیق لاہور،۱۴۱۹ھ۔

۸۲؎ احکام القرآن،مفتی جمیل احمد ۳/۶۶۸،ادارۃ اشرف التحقیق لاہور،۱۴۱۹ھ۔

۸۳؎ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی تفسیری خدمات،ڈاکٹر محمد سعد صدیقی،ص۳۸۴۔

۸۴؎ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی تفسیری خدمات،ڈاکٹر محمد سعد صدیقی،ص۳۸۴۔

۸۵؎ احکام القرآن مفتی جمیل احمد ج اول،دوم،سوم،ادارۃ اشرف التحقیق لاہور،۱۴۱۹ھ۔

یاد رفتگاں
پروفیسر ایم۔اے۔عثمانی

# شیخ القراء مولانا قاری محی الاسلام پانی پتی رحمہ اللہ (قسط ۸)

جب پانی پت میں ہوتے تھے تو تدریس صبح فجر کی نماز کے فوراً بعد شروع ہو جاتی تھی، سردی میں چھت پر دھوپ میں نشست ہوتی تھی اور گرمی میں مردانہ میں، طلباء دور دور سے آتے تھے، مجھے یاد ہے ایک پٹھان طالب علم علاقہ غیر سے آئے تھے، ان کا نام تو بھول گیا یہ یاد ہے کہ سب شاہ جی کہا کرتے تھے، بڑی عمر کے آدمی تھے، لب ولہجہ اتنا کرخت اور زبان ایسی سخت ہو چکی تھی کہ قرآن کے حروف اور مخارج کسی طرح ادا نہیں ہوتے تھے، ابا جان نے پورا قرآن حرف حرف اور لفظ لفظ خود پڑھایا، جس روز ختم ہوا تو شاہ صاحب بولے ''قاری صاحب تم بہت بے ایمان ہے'' انہوں نے نرمی سے پوچھا ''شاہ صاحب کیوں'' ؟ بولے ''جب سے ہم نے تم سے پڑھنا شروع کیا ہے اتنا طالب علم تم سے قرآن سیکھ کر چلا گیا، لیکن ہم آج بھی ویسا ہیں جیسا آیا تھا، ہم کو قرآن پڑھنا نہیں آیا'' ابا جان نے نہایت تحمل سے جواب دیا ''شاہ صاحب! واقعی میرا ہی قصور ہے، ہم ایسا کرتے ہیں کہ کل ہی دوبارہ شروع کر دیتے ہیں'' اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں دوبارہ پڑھانا شروع کر دیا۔

پانی پت سے اجڑ کر پاکستان پہنچے تو ایک ہی دھن تھی کہ کسی طرح یہاں ایک ایسا دارالعلوم قائم کیا جائے جہاں سے صحیح معنوں میں علماء نکلیں، شروع شروع میں پنجاب کی حکومت نے امید دلائی اور وہ اس امید کے سہارے لاہور میں منتظر بیٹھے رہے، لیکن انہیں جیسے احساس تھا کہ ان کے پاس وقت زیادہ نہیں ہے، لہٰذا جب مرحوم راجہ حسن اختر صاحب کی سعی اور امداد سے اوکاڑہ میں آباد ہو گئے تو وہاں ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کا منصوبہ اللہ کے توکل پر بنا لیا۔ گول چوک کی زمین بڑی جدوجہد کے بعد حکومت سے حاصل کی اور اہل خیر کے تعاون سے مسجد کی تعمیر شروع کی، مسجد کے گرد ایک بہت بڑی مارکیٹ دائرہ کی شکل میں تجویز کی گئی۔ دکانوں کے اوپر فلیٹ بنانے کا منصوبہ بنایا گیا نظریہ یہ تھا کہ دکانوں کی آمدنی سے دارالعلوم کے اخراجات پورے ہوں گے اور فلیٹس میں اساتذہ اور طلباء قیام کریں گے، اور یوں دارالعلوم مالی طور پر خود کفیل ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے دباؤ اور اثر سے آزاد ہوگا۔ ابھی مسجد زیر تعمیر تھی کہ جمعہ ۳/ اپریل ۱۹۵۳ء (۱۸/ رجب ۱۳۷۲ھ) کو مختصر سی علالت کے بعد انتقال کیا اور

المتقین فی جنۃ وعیون سے قمری تاریخ اور کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام سے شمسی تاریخ نکلتی ہے۔

ان کے شاگرد خدا جانے روئے زمین کے کن کن گوشوں میں تجوید و قراءت کی تعلیم کا نور پھیلا رہے ہیں، مجھے جس سلسلہ تلمذ کا ذاتی علم ہے وہ حضرت قاری فتح محمد پانی پتی ثم المدنی رحمہ اللہ سے چلتا ہے۔ ان کے شاگرد کراچی، بہاولپور، ملتان، ساہیوال، چنیوٹ اور پاکستان کے متعدد دوسرے شہروں اور قصبات کے علاوہ مکہ اور مدینہ میں درس و تدریس میں مصروف ہیں۔ خود قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ نے اپریل ۸۷ء میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع کی خاک پاک میں ان کی خاک بھی مل گئی۔

ابا جان کی زندگی کے بے شمار واقعات یاد آ رہے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ سبب تذکیر اور درس بصیرت ہے، صرف چند واقعات عرض کرتا ہوں۔ ایک واقعہ تو میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے کا ہے لیکن اس نے اتنی شہرت پائی تھی کہ میں نے بھی اس کی بازگشت سنی ہے اور اس کی تفصیل کسی قدر قاری محمد طاہر رحیمی صاحب نے اپنی تصنیف ''سوانح فتحیہ'' میں بیان فرمائی ہے۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے متعدد مقامات پر انسانوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے لہٰذا اس سے خبردار رہو اور اس کے ورغلانے میں نہ آؤ۔ سو جس طرح نوع انسانی کا شیطان دشمن ازلی ہے اسی طرح شیطان صفت انسان بھی ہر نیک نام اور نیک سیرت انسان کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور اس کی ایذاء رسانی پر تلے رہتے ہیں۔ ابا جان کو زندگی میں جس قدر ناخوشگوار واقعات پیش آئے ان کے پس پشت کچھ بدنسل اور کم اصل لوگ سرگرم رہتے تھے، جن کا سرسری سا تذکرہ میں نے اپنے ایک مطبوعہ مضمون ''میرا اولین مکتب'' میں کیا ہے۔

واقعہ یہ ہوا کہ پانی پت میں ایک مسجد جسے ''گندھیوں والی مسجد'' کہتے تھے ہندوؤں کے علاقہ میں گھری ہوئی تھی اور ہندوؤں نے یہ شرارت شروع کی کہ عین نماز مغرب کی اذان کے وقت اپنے مندروں میں گھنٹیاں اور ناقوس بجانا شروع کر دیئے، اس شر انگیزی سے مسلمان اشتعال میں آ گئے اور شہر میں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ وہ زمانہ انگریزی حکومت کی عملداری کا تھا، انگریز ڈی سی، مجسٹریٹ اور کپتان پولیس نے تمام معاملہ کی چھان بین کی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ پہلے مسلمان مغرب کی نماز ادا کر لیں اور پھر ہندو اپنے ناقوس اور گھنٹیاں بجائیں۔ اب سوال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کو نماز کیلئے

کتنا وقت دیا جائے اور طے پایا کہ ایک شام مسلمانوں کی نماز کا وقت نوٹ کیا جائے اور اس کے مطابق حکم لگا دیا جائے، اب کسی ایسے عالم کی تلاش ہوئی جس پر تینوں فریقوں کو اعتماد ہو، یعنی مسلمانوں کو بھی، ہندوؤں کو بھی اور اہل حکومت کو بھی، اور پورے شہر میں ابا جان کے سوا ایسا کوئی دوسرا فرد نہیں تھا جس کی دیانت اور ثقاہت سب کے نزدیک مسلم ہو، لہذا ڈی۔سی نے ابا جان سے درخواست کی کہ وہ مغرب کی نماز پڑھا دیں تا کہ یہ قضیہ طے پا جائے۔ جیسے ہی یہ فیصلہ ہوا ابا جان پر دباؤ پڑنا شروع ہو گیا کہ نماز میں طویل قراءت کریں تا کہ ہندوؤں کی عبادت زیادہ سے زیادہ تاخیر سے شروع ہو، ابا جان نے اس بددیانتی سے انکار کر دیا اور قرآن کریم کے مطابق فرما دیا یـاَیـھـا الّذین امنوا کونوا قوّامین للّٰہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شناٰن قوم علٰی الاّ تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی واتّقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما تعملون (سورت ۵ آیت نمبر ۸)

(اے اہل ایمان! جب اللہ کیلئے گواہی دینے کھڑے ہو تو انصاف کے ساتھ شہادت دو، کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم خلاف عدل کرو، عدل پر قائم رہو، یہی تقویٰ ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، وہ تمہارے اعمال سے خوب آگاہ ہے)

چنانچہ ابا جان نے نماز مغرب پڑھائی اور آپ نے اس میں مسنون قراءت کے مطابق وہ سورتیں تلاوت کیں جنہیں اصطلاح میں "قصار مفصل" کہتے ہیں، یعنی تیسویں سپارے کے تیسرے پاؤ کی سورتیں جو نہ بہت مختصر ہیں نہ بہت طویل (یہی سورتیں ہیں جن کی تلاوت نماز مغرب میں حرمین شریفین میں کی جاتی ہے) ابا جان کی امامت کے دوران انگریز کپتان پولیس گھڑی لئے بیٹھا رہا اور اس کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا کہ غروب آفتاب کے بعد اتنی دیر تک ہندو اپنی گھنٹیاں اور ناقوس نہیں بجائیں گے۔

لیکن شرپسندوں نے اس موقع سے اپنی سرشت بد کے مطابق فائدہ اٹھا کر ابا جان کے خلاف شورش کھڑی کر دی اور کئی طرح کے اتہامات ان پر لگائے۔ ابا جان نے اپنی فطری بردباری کے مطابق نہ کوئی جواب دیا نہ کوئی قانونی کارروائی کی اور بالآخر ان کا صبر اور ان کا تقویٰ رنگ لایا، مخالفین خاسر و خائب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ابا جان کا وہی اعزاز و احترام بحال فرما دیا جو انہیں ہمیشہ سے حاصل تھا۔

(پانی پت کے قاری)..........................................(جاری ہے)

حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہم ملتان

# ایک عارف ربانی کی رحلت

۲۲رذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲رجنوری ۲۰۰۸ء بدھ کی شب میں قطب الارشاد امام ربانی سیدی ومرشدی حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی نوراللہ مرقدہ کے خلیفہ راشد عارف ربانی اور سلسلہ نقشبندیہ بہلویہ کے گل سرسبد، حضرت حاجی محمد حسین صاحب نقشبندی کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قحط الرجال کے اس دور میں جہاں ہرطرف مادیت کا غلغلہ ہو ایسے پاکیزہ انسانوں کا وجود بسا غنیمت ہے جن کا محبوب مشغلہ ذکراللہ اور اتباع سنت ہو، ان کی دعوت ذکرو دعا ہو، وہ خود ہر وقت اللہ کریم کی محبت ومعرفت کے نشہ میں سرشار رہتے ہوں اور ان کی پاکیزہ صحبت سے ''غافل'' ذاکر اور متبع سنت بنتے ہوں۔

حضرت حاجی محمد حسین صاحب کا شمار یقیناً ایسے ہی صالحین میں ہوتا تھا، مسند احمد کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے بہتر آدمی کون سا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال صالحہ ہوں، اللہ پاک نے آپ کو عمل صالح کے ساتھ ایک سو پندرہ برس کی طویل زندگی عطا فرمائی تھی، آپ کی ساری ہی زندگی اخلاص وتقوی، تواضع و سادگی، ذکروفکر اور خدمت ومجاہدہ میں گزری، عنفوان شباب میں سلطان الاولیاء حضرت اقدس مولانا فضل علی شاہ صاحب مسکین پوری سے بیعت وتعلق اور پھر ساٹھ سال سے زائد عرصہ تک مرشدنا امام ربانی حضرت اقدس بہلوی کی مبارک صحبت و بے مثال خدمت اور محبت وادب نے آپ کو رشد وہدیت کا ایک مینار بنا دیا تھا، چنانچہ حضرت اقدس بہلوی نے آپ کو خلافت سے بھی نوازا۔

## جامعہ اشرف العلوم شجاع آباد کی نظامت

غالباً ۱۳۷۱ھ میں مرشدنا حضرت اقدس بہلوی جب اپنے وطن بستی ''بہلی'' (علاقہ جلالپور) سے شجاع آباد (ضلع ملتان) کی طرف منتقل ہوئے تو آپ نے بستی حبیب آباد میں سادگی وصداقت کے ساتھ خانقاہ بنائی جس کے فیوضات وانوارات سے ایک جہاں فیض یاب ہوا، اسی کے ساتھ مدرسہ اشرف العلوم کی بنیاد بھی رکھی جس کا فیض بھی ماشاءاللہ خوب پھیلا، الحمدللہ یہ ادارہ اب تک قائم ودائم

ہے، حضرت مرشد صاحب کے فرمان پر آپ نے ایک طویل عرصہ تک اس مدرسہ کی نظامت کے فرائض بھی پوری تندہی سے سرانجام دیئے، روزانہ اپنے گھر بستی "ککرے والا" سے سائیکل پر شجاع آباد تشریف لاتے (جبکہ اس زمانہ میں راستہ بھی کچا تھا) اور اپنے فرائض سرانجام دیتے اس کے ساتھ اپنے حضرت مرشد صاحب کی صحبت بابرکت سے بھی فیضیاب ہوتے، اسی محبت اور تعلق کی وجہ سے حضرت اقدس بہلوی قدس سرہ متعدد بار آپ کے گاؤں ککرے والا تشریف لے گئے۔

## خانقاہی جدوجہد کا آغاز

غایت تواضع کی وجہ سے آپ خانقاہی کام باقاعدہ طور پر نہ کرتے تھے مگر ربیع الاول ۱۴۰۹ھ میں حضرت اقدس بہلوی کے خلیفہ راشد حضرت قاری شیر محمد سندھی صاحب کا انتقال علاقہ شجاع آباد میں ہوا اور تدفین آپ کے ہاں ہوئی جس کے بعد حضرت قاری صاحب کے اہل تعلق کا رخ حضرت حاجی صاحب کی طرف ہوگیا، آپ نے کام شروع کرنے سے بہت عذر کیا مگر اہل تعلق کے اصرار پر بنام خدا کام شروع کر دیا گیا، اس موقعہ پر حضرت مولانا محمد اشرف شاد صاحب (مانکوٹ) نے بھی بہت ہمت افزائی فرمائی، وقت کے ساتھ ساتھ کام کی رفتار بھی حیرت انگیز طور پر بڑھتی گئی، آپ کا معمول بیعت کرنے اور خلافت دینے کا نہ تھا، آنے والوں کو ذکر اللہ کی کثرت، اتباع سنت اور اہتمام دعا کی ترغیب دیتے اور سلسلہ نقشبندیہ کے اذکار تلقین فرماتے، اذکار و مراقبات پورا کرنے والوں کو ہدایت ہوتی کہ وہ دوسروں کو سکھائیں، نیز آپ سالکین کی زبانی و تحریری طور پر بھی رہنمائی فرماتے رہتے، جب پیرانہ سالی کی وجہ سے ذاکرین کی خدمت میں دشواری پیش آنے لگی تو آپ نے اپنے خاص تربیت یافتگان میں سے حضرت سید ساجد حسین گردیزی صاحب اور حضرت پروفیسر غلام محمد صاحب کو شریک کار بنالیا، دونوں بزرگ ہفتہ میں تین تین یوم آپ کے ہاں گزارتے، ان کے علاوہ حاجی محمد اکرم صاحب (افسوس کہ یہ بھی چل بسے) جناب میاں احسان الحق صاحب بودلہ، جناب محمد طفیل صاحب بھی خانقاہی خدمت کرتے رہتے تھے، صاحبزادہ جناب قاری محمد قاسم صاحب بھی وقتاً فوقتاً مراقبہ کراتے رہے، ان شاءاللہ انہی جیسے حضرات سے آپ کا "سلسلہ" آگے چلے گا۔

## دعاء مرشد کی برکات اور تواضع کے ثمرات

حدیث پاک میں ہے کہ جو اللہ کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ پاک اس کو بلند کرتے ہیں،

حضرت حاجی صاحب میں تواضع وعبدیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جس کے ثمرات کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوا، آپ کا گھر ضلع ملتان کی تحصیل شجاع آباد سے تقریباً گیارہ کلومیٹر دور ایک چھوٹے سے گاؤں ''کمرے والہ'' میں ہے، جہاں ظاہری آسائش کا کوئی سامان نہیں ہے، مگر اس کو اللہ کا فضل، اپنے مرشد حضرت اقدس بہلوی کی دعا کی برکت اور آپ کی اپنی تواضع وعبدیت کا ثمرہ ہی کہیں گے کہ اللہ پاک نے آپ کی طرف دور و قریب کے لوگوں کے قلوب کو حیرت انگیز طور پر متوجہ کر دیا تھا، ہر اسلامی ماہ کی دوسری جمعرات کو آپ کے ہاں ماہانہ اجتماع صوفیاء کا ہوا کرتا تھا جس کیلئے نہ کوئی اشتہار ہوتا اور نہ ہی لوگوں کو جمع کرنے کا اور کوئی خاص طریقہ اختیار کیا جاتا مگر عموماً پورے ملک سے پانچ صد کے قریب اس اجتماع میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے اور اپنے قلوب کو ذکر اللہ سے منور کرتے تھے، آپ کا بیان انتہائی سادہ اور مؤثر ہوتا، معمولی فرق کے ساتھ اکثر ایک ہی طرح کے چند بیانات ہوتے تھے جن کا موضوع ذکر اللہ کی ترغیب اور محبت الٰہی کی اہمیت ہوتا مگر عوام وخواص پروانہ وار آپ پر فدا ہوتے اور ان بیانات سے مستفید ہوتے، بے شمار لوگوں کی زندگیوں کی کایا پلٹ گئی، گویا کہ کئی ''راہزن، رہبر بن گئے''۔ بیان ومراقبہ کے بعد کی دعا میں ایک خاص کیف ہوتا، آپ جب پرسوز انداز میں ''یا الٰہی'' کہتے تھے تو عموماً آنکھیں پرنم ہو جاتی تھیں، وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔

## خانقاہ کے شب وروز

قرآن وحدیث میں کثرت ذکر اللہ کی ترغیب وارد ہوئی ہے، اللہ پاک نے حضرت حاجی صاحب کو کثرت ذکر اور خلوت کا ذوق خوب عطا فرمایا تھا، آپ کے ہاں سالکین کی آمد ورفت شب وروز جاری رہتی تھی جو ماہ مقدس میں اور بڑھ جاتی، آپ آنے والوں کو اس کی ترغیب دیتے تھے، نیز اپنے پاس تین دن گزارنے کا بھی فرماتے، چنانچہ خلق کثیر کا کہنا ہے کہ تین یوم کی مقناطیسی صحبت اور ذکر اللہ کی کثرت کے بعد ذکر اللہ کا ایک خاص شوق وانس اپنے اندر محسوس کیا جاتا تھا جس کے بعد عموماً انسان اپنی زندگی کو ذکر وفکر والی بنانے کی کوشش میں لگ جاتا ہے، ایک بار احقر کو حضرت نے فرمایا کہ ''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ جو میری اس مسجد میں (ذکر وفکر کیلئے) آجائے اسے خالی نہ لوٹانا''۔

آپ کی دعا کی قبولیت کے آثار واضح طور پر دیکھنے میں آئے اور آرہے ہیں، آنے والوں کو ہدایت ہوتی تھی کہ وہ اپنے وقت کو ذکر ومراقبہ دعا اور تلاوت میں گزاریں، عصر کے بعد ہدایت تھی کہ

قریبی جنگل میں چلے جائیں اور خلوت میں اللہ کریم کے سامنے خوب روئیں اور دعائیں کریں، یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کل ہم لوگوں میں توفیق دعا کی کمی ہے، اس ذیل میں الحزب الاعظم یا مناجات مقبول کا ورد رکھنا بڑا مفید ہے، اردو خواں حضرات دعاؤں کا صرف ترجمہ بھی پڑھ سکتے ہیں، معمولات میں تہجد کا پڑھنا بھی خاص طور پر ہے۔

حاضر ہونے والے علماء کرام صبح کی نماز کے بعد درس قرآن کریم بھی دیتے، ویسے بھی علماء کرام کے بیان ہوتے رہتے ہیں جن کا موضوع ذکر و مراقبہ، دعا اور اتباع سنت کے ساتھ اہمیت تزکیہ باطن ہوتا تھا، حقیقت یہ ہے کہ خانقاہ تو نام ہی مرکز تزکیہ کا ہے جہاں صحبت شیخ، ذکر اللہ کی کثرت، اہمیت دعاء، خلوت، محاسبہ نفس کا ذوق اجاگر ہوتا ہے، صاحبزادہ حافظ محمود الحسن صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ آنے والے سالکین کی خدمت میں نازبرداری کی حد تک مشغول رہتے اور یوں یہ کاروانِ محبت و معرفت رواں دواں رہا۔

## حضرات علماء کا اکرام

حضرات علماء کرام کی ایک تعداد بھی آپ سے فیضیاب ہوئی، آپ آنے والے علماء کرام کا خاص طور پر اکرام فرماتے اور ان سے ذکر اللہ کی ضرورت واہمیت کا تذکرہ فرماتے، نیز تمام دینی شعبوں اور ان کے خدام کیلئے دعا کرتے، چونکہ آپ اصطلاحی عالم نہ تھے اس لئے ان سے رہنمائی بھی حاصل کرتے اور فرماتے کہ اگر کوئی غلط بات دیکھو تو مجھے مطلع کرو، حضرات علماء کرام بھی آپ کے منور قلب کی ضیاء پاشیوں سے اپنے قلوب کو گرماتے اور سلسلہ نقشبندیہ کے اذکار و مراقبات سیکھتے اور آپ کے کثرت ذکر اللہ و خلوت کے ذوق کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرتے۔

## حرمین شریفین کی حاضری

حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو نوبار حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائی، گزشتہ چھ سال سے مسلسل آپ خدام کی ایک جماعت کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کرتے رہے، حرمین شریفین میں رہنے والے اہل حاجت سے خاص طور پر ہمدردی تھی، چنانچہ یہاں سے ایک بڑی رقم وہاں کے اہل حاجت کیلئے لے جاتے اور ان میں تقسیم فرماتے، آپ کے رفقاء سفر حج کا کہنا ہے کہ حرمین شریفین میں آپ کا سارا وقت ایک خاص کیفیت میں گزرتا تھا۔

## دم واپسیں

ایک عرصہ سے آپ خانقاہی محنت کی وجہ سے دور و قریب کے اسفار بھی اسی پیرانہ سالی میں کرتے رہے، ضعف و علالت بھی بڑھ رہے تھے، علاج بھی ہوتا رہا، چند سال قبل جادو کے اثرات بھی محسوس کئے گئے جس کا علاج بھی ہوا، بسا اوقات تکلیف بہت بڑھ جاتی، ساری ساری رات نیند نہ آتی تھی مگر اس کے باوجود معمولات جاری رہے۔

آپ ۲۱ رذی الحجہ کی رات دس بجے حج سے واپس بذریعہ ہوائی جہاز پہنچے، شدید سردی کے باوجود ہوائی اڈا پر مختلف شہروں کے احباب موجود تھے، احقر بھی اپنے فرزند مولوی محمد عبداللہ مدنی سلمہ کے ساتھ حاضر ہوا، اس وقت طبیعت میں خاصا نشاط تھا، زیارت، مصافحہ اور دعا کے بعد آپ اسی وقت اپنے گھر کو روانہ ہو گئے، دوسری شب میں آرام کیلئے سوئے نصف شب کے بعد آپ کے خادم حاجی محمد اکرم صاحب کو شبہ ہوا، ڈاکٹر صاحب کے آنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی روح مبارک نیند ہی میں پرواز کر چکی ہے، اناللّٰہ و انا الیہ راجعون ۔

اس حادثہ کی اچانک خبر سے اہل تعلق خصوصاً سکتہ میں آ گئے، بے شک یہ دنیا دارالفناء ہے مگر ایک عارف کی موت بھی تو عالَم کی موت ہے، مغموم قلوب اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اگلے روز بدھ کو چار بجے شام جنازہ کا اعلان کیا گیا، صبح صاحبزادہ قاری محمد قاسم صاحب کی معیت میں خدام کی ایک جماعت نے غسل دیا۔

## عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

رات وفات کے وقت چونکہ تمام قومی اخبارات چھپ چکے تھے اس لئے ان ذرائع سے اطلاع نہیں دی جا سکی مگر یہ اندوہناک خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، پورے ملک سے عوام وخواص خصوصاً مدارس کے طلباء و علماء کرام ومشائخ عظام کی آمد شروع ہوگئی، قدرتِ الٰہی نظر آ رہی تھی کہ شہر سے دور ایک جنگل میں دس ہزار سے زیادہ عوام علماء صلحاء ومشائخ کا مجمع اکٹھا ہو گیا، نماز جنازہ سے پہلے صاحبزادہ قاری محمد قاسم صاحب نے اعلان کیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ جس طرح حضرت اباجی مرحوم کی زندگی میں ذکر وفکر کا کام ہوتا تھا، ویسے ہی اس کام کو جاری رکھا جائے گا، ورثاء واحباب سے مشورہ کے بعد صاحبزادہ جناب قاری محمد قاسم صاحب نے احقر کو نماز جنازہ پڑھانے کا حکم فرمایا، قبر مبارک

آپ کے دیرینہ رفیق حضرت اقدس قاری شیر محمد صاحب کے ساتھ بنی، تدفین کے وقت آہوں اور سسکیوں کا بڑا رقت آمیز منظر تھا، خدام نے بزبان حال یوں کہاع اب یہ جنت کا مسافر خدا کے سپرد ہے، رحمة اللّٰہ علیہ رحمة واسعة اللھم اغفرہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وادخلہ جنة الفردوس، آمین ۔

الحمدللہ! آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کا خانقاہی کام جاری وساری ہے، آپ کے فرمان کے مطابق جناب حضرت پروفیسر غلام محمد صاحب امیر جماعت ہیں، ان کے نائب حضرت سید ساجد حسین گردیزی صاحب اور صاحبزادہ حضرت قاری محمد قاسم صاحب تجویز ہوئے، دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کی خانقاہ کو ذکر وفکر کے ساتھ آباد رکھے، آمین ۔

حضرت حاجی محمد حسین صاحب مرحوم کو جدا ہوئے ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ فراق حبیب کو ایک زمانہ گزر چکا ہے، آپ کی مبارک مجالس، نورانی شکل، آپ کی صحبت کی تاثیرات رہ رہ کر یاد آتی ہیں اور دل میں سے ایک ہوک سی اٹھتی ہے اور اپنی یتیمی کا احساس ستاتا ہے، دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کی مغفرت فرمائیں، قبر کو جنت کا باغ بنائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائیں، آمین! رب کریم کی رحمت سے قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ وابستگان کی دستگیری فرماتے رہیں گے، وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین ۔

---

## دعاء مغفرت کی درخواست

محترم جناب ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب رحمہ اللہ (لاہور) مقیم مدینہ منورہ کیا ز متوسلین فقیہ العصر حضرت اقدس مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ مورخہ ۱۶ ارصفر المظفر ۱۴۲۹ھ کو مدینہ منورہ میں وصال فرما گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔

ماہنامہ الحقانیہ کے دعا گو مولانا قاری اعظم حسین صاحب مدرس جامعہ مفتوحہ للمسلمات اعوان ٹاؤن لاہور کے والد گرامی جناب حضرت حاجی فضل حسین رحمہ اللہ ساکن ٹا ؤضلع صوابی (سرحد) اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔

قارئین الحقانیہ سے مرحومین کی مغفرت اور رفع درجات کیلئے دعا کی درخواست ہے ۔ (ادارہ)

حضرت مولانا قاری خلیل احمد تھانوی مدظلہم

# تواریخ وفات

## پیر طریقت رہبر شریعت حضرت سید نفیس الحسینی انور قدس سرہ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| (۱) | ولی زماں | سید نفیس الحسینی | انتقال کر گئے | |
| | ۱۴۴ | ۴۴۳ | ۸۴۲ | ۱۴۲۹ھ |
| (۲) | فانّما قال اللّٰہ جلّ حکمہ | | کلّ نفس ذائقة الموت | |
| | ۴۷۵ | | ۱۵۳۳ | ۲۰۰۸ء |
| (۳) | حکیم اُمی | پیر طریقت | نفیس الحسینی | |
| | ۱۲۹ | ۹۳۱ | ۳۶۹ | ۱۴۲۹ھ |
| (۴) | نفیس الحسینی | خلیفہ جلیل | عبدالقادر رائے پوری | |
| | ۳۶۹ | ۷۹۸ | ۸۴۱ | ۲۰۰۸ء |
| (۵) | آہ نفیس الحسینی | ابن خطاط القرآن | | |
| | ۳۷۵ | ۱۰۵۴ | | ۱۴۲۹ھ |
| (۶) | آہ الحاج انور | ابن امام الخطاطین | سید محمد اشرف علی | |
| | ۳۰۶ | ۸۴۵ | ۸۵۷ | ۲۰۰۸ء |
| (۷) | نفیس الحسینی | فاضل ادیب اسلام | | |
| | ۳۶۹ | ۱۰۶۰ | | ۱۴۲۹ھ |
| (۸) | زبان حق گو | امام الخطاطین | سید نفیس الحسینی | |
| | ۱۹۴ | ۷۹۲ | ۴۴۳ | ۱۴۲۹ھ |
| (۹) | سید اہل حق | نفیس الحسینی | انتقال کر گئے | |
| | ۲۱۸ | ۳۶۹ | ۸۴۲ | ۱۴۲۹ھ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| (۱۰) | حاجی نفیس الحسینی | خلیفہ | الحاج عبدالقادر رائے پوری جدا | |
| | ۳۹۱ | ۷۲۵ | ۸۹۲ | ۲۰۰۸ء |
| (۱۱) | طوطئ زماں | فاضل ادیب | نفیس الحسینی | |
| | ۱۳۲ | ۹۲۸ | ۳۶۹ | ۱۴۲۹ھ |
| (۱۲) | انّما قال جلّ وعدہ | | وتوفّنامع الابرار | |
| | ۳۴۱ | | ۱۰۸۸ | ۱۴۲۹ھ |
| (۱۳) | وقد قال جلّ اسمہ | | لا تخافوا ولا تحزنوا | |
| | ۳۸۰ | | ۱۶۲۸ | ۲۰۰۸ء |
| (۱۴) | ولقد قال جلّ قولہ | | ارجعی الٰی ربّك راضیة | |
| | ۴۴۵ | | ۱۵۶۳ | ۲۰۰۸ء |
| (۱۵) | وقال عزّ وجلّ | | فلھم اجرغیرممنون | |
| | ۲۵۳ | | ۱۷۵۵ | ۲۰۰۸ء |
| (۱۶) | فانّما قال اللّٰہ جلّ کلامہ | | لایستوی اصحاب النّار | |
| | ۴۹۸ | | | |
| | واصحاب الجنّة اصحاب الجنّة ھم الفائزون | | | |
| | ۱۵۱۰ | | | ۲۰۰۸ء |

| | | |
|---|---|---|
| روشنی فکر | خلیل تھانوی | |
| ۸۶۶ | ۱۱۴۲ | ۲۰۰۸ء |

امداد السائل فی الاحکام والمسائل فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

# الاستفتاء

## سید کو زکوٰۃ دینے کا شرعی حکم

اس دور میں سید قوم سے تعلق رکھنے والے غریب شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں بعض اہل علم کے درمیان اختلاف تھا، حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کے سامنے دونوں فریقوں کی رائے پیش کی گئی، جس کو ملاحظہ فرمانے کے بعد حضرت نے درجِ ذیل جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب

احناف کا مفتیٰ بہ مذہب یہی ہے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینے سے ادا نہ ہوگی خواہ دینے والا بھی بنی ہاشم ہی میں سے ہو۔ درمختار میں ہے، ولا الی بنی ھاشم الخ ثم ظاھر المذھب اطلاق المنع وقول العینی والھاشمی یجوزلہ دفع زکوٰتہ لمثلہ صوابہ لایجوز نھر۔ شامی میں ہے (قولہ اطلاق المنع) یعنی سواء فی ذلک کل الازمان وسواء فی ذلک دفع بعضھم لبعض ودفع غیرھم لھم (شامی ص۳۵۰ ج۲) وفی الترمذی ان الصدقۃ لاتحل لنا وان موالی القوم من انفسھم قال وھذا حدیث حسن صحیح (ترمذی ص۸۳ ج۱) اس صحیح حدیث کو ابوداؤد شریف میں بھی روایت کیا گیا ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ وانا لاتحل لنا کی تشریح میں لکھتے ہیں، وانا ای بنی ھاشم ..واما ال النبی ﷺ فقال اکثر الحنفیۃ وھو المصحح عن الشافعیۃ والحنابلۃ وکثیر من الزیدیۃ انھا تجوزلھم صدقۃ التطوع دون الفرض قالوا لان المحرم علیھم انما ھو اوساخ الناس ذلک ھو الزکوٰۃ لاصدقۃ التطوع (بذل المجہود ص۴۹،۵۰ ج۳) فقہ حنفی اور حدیث شریف کی ان واضح تصریحات سے ثابت ہو رہا ہے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ حلال نہیں ہے، ان کو ادا نہ کی جائے اور اس کی وجہ یہی ظاہر ہو رہی ہے کہ زکوٰۃ میل کچیل ہے، بنی ہاشم کی کرامت وعزت کی وجہ سے ان کو یہ مال دینا درست نہیں، لان حرمۃ الصدقۃ علی بنی ھاشم کرامۃ

من اللّٰہ تعالیٰ لھم ولذریتھم الخ (فتح القدیر ص۲۵ ج۲)

باقی رہا یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ اقدس میں سادات کا وظیفہ بیت المال سے دیا جاتا تھا، یا خمس میں ان کا حصہ مقرر تھا، اور اب چونکہ یہ وظیفہ اور خمس نہیں دیا جاتا، اس لئے بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ یہ صحیح نہیں، کیونکہ بنی ہاشم کو منع زکوٰۃ کی علت اس کا اوساخ الناس ہونا ہے اور وہ ہر زمانہ میں موجود ہے، اس لئے ان کے لئے ہر زمانہ میں زکوٰۃ ممنوع ہوگی۔ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وان سلمنا علی التنزل حمل الکلام علی ان ذلک حکمة لاعلة فان العلة ھی کون الزکوٰة من اوساخ الناس وان سلمنا علی التنزل کونه علة ایضالایثبت المطلوب فانھا علة لاھل التشریع لالبقائه ای شرع ھذا الحکم اولالھذه العلة وان لم یشترط بقائه لھا کمافی الرمل فزوال المعوض لایستلزم عودالمعوض لاسیما وقد اجمعت الاحادیث علی ذلک ولم یرد حدیث فی خلافه فافھم وحقق (اعلاء السنن ص۹۵،۹۶، ج۹)

اور مسلم شریف کی روایت میں صدقات کے اوساخ الناس ہونے اور اسی وجہ سے آل محمد پر حرام ہونے کی تصریح موجود ہے۔ عن عبدالمطلب بن ربیعة قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان ھذه الصدقات انما ھی اوساخ الناس وانھا لاتحل لمحمد ولاٰل محمد رواه مسلم (مشکوٰۃ شریف ص۱۶۱) اور یہ وجہ منع قرآن کریم کی آیت کریمہ ’’خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ بِهَا وَتُزَكِّيهِمْ ‘‘ سے بھی مؤید ہے۔ ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں انما سماھا اوساخا لانھا تطھراموالھم ونفوسھم قال تعالی خذمن اموالھم صدقة تطھرھم فھی کغسالة الاوساخ (مرقاۃ ص۱۶۵ ج۴)

بنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ کی حرمت کو آنحضرت ﷺ نے اس حدیث شریف میں اوساخ الناس سے معلل کیا ہے، اس حرمت کی علت تفویضِ خمس کو قرار نہیں دیا، اب خمس کے ملنے کو قیاس سے علت قرار دینا نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا ہے، جو کہ درست نہیں ہے۔ پھر علت قرار دینے کے بعد بھی اس علت کے ارتفاع سے حکم کا ارتفاع لازم نہیں آتا، جیسا کہ اعلاء السنن کی عبارت بالا میں گزر چکا ہے، البتہ خمس کی مشروعیت کو حکمت کہا جاسکتا ہے اور حکمت کے ارتفاع سے حکم کا ارتفاع لازم نہیں ہے۔ بہر حال بنی ہاشم کو

زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، ان کی خدمت ہدیہ اور صدقات نافلہ سے کی جاسکتی ہے، جو کہ ان کیلئے حلال ہیں، اور یہ خدمت باعث ثواب ہے، اور احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ اس باب میں یہی تھا کہ بنی ہاشم کے حاجت مندوں کی خبر گیری ہدایا سے کرتے تھے، اور صدقات واجبہ بنی ہاشم کو آپ نہیں دیا کرتے تھے۔ اس لئے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ بنی ہاشم کے بارے میں صدقات کے دینے کے تذکرہ میں صدقۂ نافلہ مراد لیتے ہیں، چنانچہ امام طحاوی نے حدیث ابن عباس جس میں فتصدق بها علی ارامل بنی عبدالمطلب کے الفاظ تھے، یہی مطلب بیان کیا ہے اور اس حدیث ابن عباس پر بحث فرماتے ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں فلهذا جعلنا ما کان تصدق به رسول اللہ ﷺ علی ارامل‌هم من جهة الهبات وان سمی ذلك صدقة وهوالذی ینبغی ان یحمل تاویل ذلك الحدیث الاول علیه (طحاوی شریف ص ۳۳۰، ج ۱)

اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی روایت ذیل نقل فرماتے ہیں قال دخلنا علی ابن عباس فقال ما اختصنا رسول اللہ ﷺ بشیء دون الناس الا بثلاث اشیاء اسباغ الوضوء وانا لا ناکل الصدقة وان لا ننزی الحمر علی الخیل (طحاوی شریف ص ۲۹۷ ج ۲)

امام طحاوی فرماتے ہیں فهذا ابن عباس یخبر فی هذا الحدیث ان رسول اللہ ﷺ اختصهم ان لا یاکلوا الصدقة فلیس یخلوالحدیث الاول من ان یکون علی ما ذکرنا فی الفصل الاول فیکون ما اباح لهم فیه غیر ما حرم علیهم فی هذا الحدیث الثانی ویکون معنی کل واحد منهما علی ما ذکرنا اویکون الحدیث الاول یبیح ما منع منه هذا الحدیث الثانی ناسخا له لان عبداللہ ابن عباس یخبر فیه بعد موت النبی ﷺ انهم مخصوصون به دون الناس فلا یجوزان یکون ذلك الا هوقائم فی وقته ذلك (ص ۳۳۰، ج ۲)

امام طحاوی کی اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس کی پہلی حدیث سے بنی عبدالمطلب کے حاجتمندوں پر صدقہ کی حلت کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں حرمت کا اب دونوں حدیثوں میں تطبیق کی یا تو یہ صورت ہے کہ جس صدقہ کی اباحت ثابت ہے وہ صدقہ دوسرا ہے، یعنی وہ ہبہ تھا اس کو صدقہ کے لفظ سے صرف تعبیر کر دیا گیا اور جس صدقہ کی حرمت دوسری حدیث سے

ثابت ہورہی ہے وہ حقیقی صدقہ تھا۔یا پھر یوں کہا جائے کہ پہلی حدیث مبیح ہے اور دوسری حدیث محرم ہے تو اس صورت میں یہ حدیث حلت کی ناسخ ہوگی،اس لئے کہ دوسری حدیث کو عبداللہ ابن عباس نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بیان فرمایا ہے،اب ضروری ہے کہ یہ حرمت حضرت عبداللہ ابن عباس کے وقت قائم ہو،اور ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد نسخ کی کوئی صورت نہیں ہے،اس کے علاوہ جب مبیح اور محرم میں اجتماع ہوتا ہے تو قواعد کی رو سے ترجیح محرم کو دی جاتی ہے،اس لئے بھی صدقات کی حرمت بنی ہاشم کے لئے ثابت ہے۔غرضیکہ حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت میں فتصدق بھا علی ارامل بنی عبدالمطلب کے ظاہری الفاظ سے جو بنی ہاشم پر زکوۃ کے جواز کا شبہ ہوتا تھا اور بعض لوگوں نے صدقات کی اباحت بنی ہاشم کے لئے اس حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی جیسا کہ فلاں مقام کے مفتی صاحب نے اس کو ثابت کرنا چاہا ہے اس کا ابطال امام طحاوی نے اچھی طرح کردیا ہے۔تعجب ہوتا ہے کہ جس بات کی تردید امام طحاوی نے اسی جگہ کردی ہے اس سے کیونکر استدلال کیا جارہا ہے۔رہی یہ بات کہ یہ حرمت اُس زمانہ میں تھی مگر اب نہیں رہی،اس کی تردید اوپر کردی گئی ہے،کہ علت حرمت اس کا اوساخ الناس ہوتا ہے اور یہ علت مال زکوۃ میں ہمیشہ موجود ہے اس لئے حرمت بھی ہمیشہ رہے گی کسی زمانہ میں بھی بنی ہاشم پر زکوۃ حلال نہیں ہوسکتی۔

امام طحاوی رحمہ اللہ خود بھی علت حرمت اوساخ الناس ہونا ہی ارقام فرماتے ہیں چنانچہ اس اعتراض کے جواب میں کہ خمس میں سے بنی ہاشم کو حصہ دیا جاتا ہے اور وہ بھی صدقات میں سے ہوتا ہے، فرماتے ہیں۔قد یجوز ان یکون ذلک من سھم ذوی القربی الذی فی الخمس وذلک خارج من الصدقات المحرمۃ علیھم لانہ انما حرم علیھم اوساخ الناس والخمس لیس کذلک (ص ۳۳۱،ج ۱)حاصل یہ ہے کہ بنی ہاشم پر وہ صدقات حرام ہیں جو اوساخ الناس ہیں اور جو اوساخ الناس نہیں وہ صدقات ان کے لئے حرام نہیں ہیں اور خمس ایسے صدقات میں سے نہیں ہے جو اوساخ الناس ہوتے ہیں،اس لئے خمس کا مال بنی ہاشم کے لئے حلال ہے۔اس سے واضح طور پر ثابت ہورہا ہے کہ امام طحاوی کے نزدیک بنی ہاشم پر حرمت زکوۃ کی علت اس کا اوساخ الناس ہونا ہے، لاغیر۔واللہ اعلم،ھذا ھو التحقیق وبالقبول حقیق وباللہ التوفیق۔ **فقط**

۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

# اخبار الجامعہ

۲۷؍محرم الحرام: صدر جامعہ نے جامعہ فتحیہ امدادیہ سلانوالی میں ماہانہ درس قران کریم دیا۔

۲۸؍محرم الحرام: جامعہ میں عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ کا اصلاحی درس ہوا جس میں حضرت نے انسان کی تخلیق کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فکر آخرت کے حوالہ سے بصیرت افروز بیان فرمایا۔

۲۹؍محرم الحرام: صدر جامعہ نے اجلاس شوریٰ جامعہ خیر المدارس ملتان میں شرکت فرمائی۔

یکم صفر تا ۴؍صفر: جامعہ میں درس نظامی کا تحریری امتحان منعقد ہوا۔

۵؍صفر المظفر: جامعہ میں درس نظامی کا تقریری امتحان اور درجہ تحفیظ القرآن الکریم کا امتحان منعقد ہوا۔ طلباء نے بڑے ذوق وشوق اور نظم وضبط سے امتحانات میں شرکت کی۔ نیز جامعہ میں شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں جامعہ کے ضروری امور سے متعلق اہم مشورے ہوئے۔

۷؍صفر المظفر: صدر جامعہ نے خطبہ جمعہ دیا جس میں الیکشن کے حوالہ سے عامۃ الناس کی رہنمائی فرمائی اور ملکی امن وامان کے استحکام سے متعلق نصائح فرمائیں۔

۸؍صفر المظفر: صدر جامعہ نے تحصیل ساہیوال میں مسلم لیگ (نواز گروپ) کی طرف سے ایک عظیم جلسہ میں شرکت فرمائی جس میں ن گروپ سے منسلک بہت سے افراد نے تقاریر کیں اور ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ سجادہ نشین سیال شریف جناب خواجہ حمید الدین سیالوی صاحب کا بھی بیان ہوا۔ آخر میں صدر جامعہ نے تقریباً آدھ گھنٹہ بیان فرمایا جس سے عوام وخواص بے حد متاثر ہوئے، اس کے بعد دعا کرائی۔

۱۲؍صفر المظفر: صدر جامعہ اور جامعہ کے صدر مدرس مولانا محمد ظفر اللہ صاحب مختلف مدارس کے امتحانات کے سلسلہ میں سرگودھا تشریف لے گئے۔ مدرسہ تجوید القرآن سراجیہ بلاک نمبر ۱۱، اور دارالاطفال میں بھی امتحان لیا۔

۱۳؍صفر المظفر: موضع چکبندی تحصیل ساہیوال میں جامعہ کے صدر مدرس مولانا محمد ظفر اللہ صاحب اور صدر جامعہ نے درس قرآن کریم دیا۔ جامعہ حقانیہ کی نئی عمارت میں بھی بیان اور دعا ہوئی۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

# آپ کا ذکر ہے دو جہاں میں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ کا مرتبہ اس جہاں میں جیسے خورشید ہو آسماں میں
دوستو یہ ہے شہر مدینہ جس سے اسلام پھیلا جہاں میں
گر نہ صلِّ علیٰ ہو زباں پر کیا اثر ہوگا آہ و فغاں میں
وَرَفَعْنَا کا انعام یہ ہے آپ کا ذکر ہے دو جہاں میں
شرط توحید کامل یہی ہے عشق ہو آپ کا قلب و جاں میں
سبز گنبد پہ جس کی نظر ہو وہ بھلا جائے کس گلستاں میں
نام کیسا ہے پیارا محمد جنکے صدقے میں ایماں ہے جاں میں
یہ ہے فیضانِ نورِ نبوت جو ہے اسلام سارے جہاں میں

کیا کہوں رفعتِ شانِ گنبد
کچھ نہیں دم ہے اخترؔ زباں میں